بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم　　و علی عبدہ المسیح الموعودؑ

”قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی“ (المصلح الموعودؓ)

ماہانہ

مشکوٰۃ

قادیان

جلد ۱۹	احسان ۱۳۷۹ ھجری شمسی بمطابق جون ۲۰۰۰ء	شمارہ ۶

نگران : محمد نسیم خان صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

ایڈیٹر
زین الدین حامد

نائبین
فخر احمد چیمہ
نصیر احمد عارف

سالانہ بدلِ اشتراک
اندرون ملک : 60روپے
بیرون ملک : 20امریکن ڈالر یا متبادل کرنسی
قیمت فی پرچہ : 5روپے

مینجر : قاری نواب احمد گنگوہی
پرنٹر پبلشر : منیر احمد حافظ آبادی M.A.
کمپیوٹر کمپوزنگ : سید اعجاز احمد، عطاء الٰہی احسن غوری قادیان
دفتری امور : طاہر احمد چیمہ
مقام اشاعت : دفتر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت
مطبع : فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان

ضیا پاشیاں

اداریہ	2	وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے (قسط ۲)	21
فی رحاب تفسیر القرآن	3	محترم مولوی بشیر احمد صاحب دہلوی کا ذکر خیر	24
کلام امام	4	یورپ پر مسلمانوں کے علمی احسانات (قسط ۶)	26
عربی منظوم کلام	5	ہندوستان کے مسلم حکمرانوں کی عظمت (قسط ۱)	30
داغِ ہجرت اور زمانہ درویشی	6	اخبار مجالس	33
من الظلمات الی النور	18	وصایا	40

مضمون نگار حضرات کے افکار و خیالات سے رسالہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے

Printed at Fazle Umar Press Qadian and Published by Muneer Ahmad hafizabadi for Majlis Khuddamul Ahmadiyya Bharat.

اداریہ

یادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم -- ایک تجزیہ

دنیائے اسلام میں ۱۲ ربیع الاوّل حضرت اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی مناسبت سے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والے خواہ کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ احترام و عقیدت سے مناتے ہیں۔ جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ جلوس نکالے جاتے ہیں نعت خوانی، نعتی مشاعرے اور قوالی کی محافل لگتی ہیں حتیٰ کے بعض علاقوں میں غیر اسلامی تہذیب سے متاثر ہو کر آتش بازی کے بھی مظاہرے ہوتے ہیں۔ ملکی اور سرکاری سطح پر سیرت کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں۔ حضور انور ﷺ کے فضائل و مناقب بیان کئے جاتے ہیں ایسی مجالس میں علماء اور واعظین روتے ہیں اور رلاتے ہیں وجد آفرین لمحات ہوتے ہیں بظاہر ایسا منظر پیش ہوتا ہے کہ یہ لوگ حضور انور کی محبت اور عقیدت میں اس قدر مستغرق ہیں کہ دنیا و مافیہا سے کلیۃً منہ موڑ کر عشق رسول کے گیت الاپتے ہیں **مگر** کیا یہ جلسے جلوس اور یہ مجلسیں اور یہ کانفرنسیں انکی زندگی میں کوئی پاک تبدیلی لاتی ہیں؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت کے دعویدار اس پاک نبی کی اتباع کرتے ہیں؟ باہمی اخوت اور مساوات، مذہبی رواداری، وسیع ظرفی اور وسعت نظری کے علمبردار اس جاہ و جلال کے نبی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ کی سیرت طیبہ کو اپناتے ہیں؟ امانت و دیانت کے پیکر حضور ﷺ جنہوں نے اشد ترین دشمنوں کی امانتیں بھی حفاظت اور بروقت واپس کرنے سے دریغ نہیں کیا جس نے اپنی جگر گوشہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اس مطالبہ پر کہ چکی چلاتے چلاتے ہاتھ میں چھالے پڑگئے ہیں اس لئے اموال غنیمت میں سے ایک خادمہ مہیا کی جائے۔ تو حضور ﷺ نے یہ جواب دیا کہ فاطمہ میں تمہیں اس سے بہتر راستہ نہ بتاؤں پھر آپ نے خدا کی تسبیح اور تکبیر و تحمید کی طرف آپ کی توجہ مبذول فرمائی۔ کیا آج کی حکومتیں اور سیاسی زعماء اس اصول کے پابند ہیں اور اس معاملہ میں حضور انور کی پیروی کرتے ہیں؟ یا اپنے سیاسی اثر و رسوخ اور اقتدار سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اقرباء پروری کی خاطر قومی بیت المال میں بے جا تصرف کرتے ہیں۔ کہاں ہیں وہ محبت کے دعویدار جو حضور انور کی محبت کا فلک بوس نعرہ تو لگاتے ہیں لیکن تمام زندگی اسوہ رسول سے کوسوں دور ہیں کہاں وہ مذہبی آزادی اور دینی رواداری کی تعلیم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے سامنے رکھی؟ کیا اس پاک باز پیغمبر کا اسوہ حسنہ اسلامی دنیا میں موجود ہے؟ کیا آنحضرت ﷺ کی زندگی میں جب خیبر کے یہودی اور نجران کے عیسائی اسلامی حکومت میں داخل ہوئے تو عقیدت اور عمل دونوں میں انکو کامل آزادی عطانہ کی گئی تھی؟ جب نجران کے عیسائی مدینہ میں آئے تو آنحضرت ﷺ نے اپنی مسجد نبوی کے اندر ان کو اپنے طریق پر عبادت کرنے کی اجازت عطانہ فرمائی تھی؟

ان سب حقائق کے باوجود حضور پاک ﷺ کی محبت اور عقیدت کا دم بھرنے والے، امت محمدیہ کے نام نہاد علمبردار، اپنے اعمال اور کردار، اخلاق اور عادات سے یہ ثابت کر چکے

(باقی صفحہ نمبر 38)

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰه وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ (البقرہ آیت279)

اس آیت کی تفسیر میں سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اے مسلمانو! اگر تم نے سود کو نہ چھوڑا تو تم ھدا اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ یہ ایک بہت بڑی تنبیہ ہے جو مسلمانوں کو کی گئی مگر افسوس ہے کہ انہوں نے اس حکم کی خلاف ورزی کی اور پھر اس کا خطرناک نتیجہ بھی انہوں نے دیکھا ان کی زمینیں اور جائدادیں چھن کر دوسروں کے پاس چلی گئیں اور وہ مفلس اور قلاش ہو گئے بلکہ مسلمانوں کی گزشتہ دور میں جس قدر سلطنتیں تباہ ہوئیں انکی تباہی کی بڑی وجہ بھی یہی ہوئی۔ وہ اکثر سود لیکر یا سود دیکر ہی تباہ ہوئی ہیں۔ اگر انہوں نے سودی روپیہ لیا تو روپیہ دینے والی سلطنتوں نے انکے ملک میں آہستہ آہستہ اپنا تسلط جمانا شروع کیا۔ کبھی ریلوے کا ٹھیکہ لیا۔ کبھی کانوں کو کفالت میں رکھا کبھی کسی اور چیز پر قبضہ کر لیا۔ اور آہستہ آہستہ تمام ملک پر چھا گئے۔ پھر اگر انہوں نے سود پر قرض دیا تو جب کبھی سلطنتوں کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوئی تو وہ ارکان سلطنت جنہوں نے اپنا تمام سرمایہ غیروں کو سود پر دیا ہوا تھا اپنے قرض داروں کے طرف دار ہو گئے تا کہ انکا روپیہ نہ مارا جائے....... غرض سیاسی طور پر سود کا لینا بھی مسلمانوں کے حق میں سخت نقصان دہ ثابت ہوا۔ کیونکہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے حکم کی صریح خلاف ورزی کی۔ یوں تو دوسری حکومتیں بھی سود دیتی اور لیتی رہی ہیں مگر انکو اس سے وہ نقصان نہیں پہنچا جو مسلمانوں کو ہوا۔ اس کی ایک روحانی وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دوسرے مذاہب کو اللہ تعالیٰ نے کلی طور پر اس طرح چھوڑ رکھا ہے جس طرح ایک باپ اپنے بچہ کو عاق کر دیتا ہے اور اس سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن مسلمان اس بچے کی طرح ہیں جس سے اس کے ماں باپ کو پیار ہوتا ہے۔ پس مسلمان جب بھی احکام الٰہیہ کی خلاف ورزی کرینگے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی طرح تھپڑ پڑے گا جس طرح ایک باپ اپنے بچے کو تھپڑ مارتا ہے کیونکہ وہ اس کی اصلاح کرنا چاہتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور مذہب اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنا تعلق منقطع کر لیگا۔ اور دنیا میں اس کی اصلاح کے لئے اپنا ہاتھ نہیں بڑھائیگا۔ مگر مسلمانوں کی تو یہ حالت ہے کہ ایک طرف تو وہ بڑے زور سے محمد ﷺ کی صداقت کا اقرار کرتے ہیں اور دوسری طرف آپکے احکام کی خلاف ورزی بھی کرتے ہیں اور یہ صورت ایسی ہے جس میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ ان کی گرفت کے لئے بڑھتا ہے اور انہیں وقتاً فوقتاً فہمائش کرتا رہتا ہے۔ ورنہ محض کفر پر اس دنیا میں نہیں بلکہ اگلے جہان میں عذاب دیا جاتا ہے اور ایسا کافر جو کسی کو دکھ نہیں دیتا اور اپنے خیال کی بنا پر اپنے مذہب پر عمل کرتا رہتا ہے اس سے یہاں کوئی پرسش نہیں کی جاتی۔ مگر وہ لوگ جو اسلام کو قبول کرتے ہوئے پھر بھی اسلام کے احکام پر عمل نہیں کرتے ان کو یہاں بھی سزا دی جاتی ہے تاکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ اور انکا خدا سے تعلق کلی طور پر منقطع نہ ہو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دوسری سلطنتوں پر بھی مختلف اوقات میں زوال آئے۔ مگر وہ زوال صرف سیاسی رنگ کے تھے۔ لیکن اسلامی سلطنتیں محض اس لئے تباہ ہوئیں کہ انہوں نے سود پر قرض لیا یا دیا۔ اور اسطرح اسلامی احکام کی خلاف ورزی کی۔"

(تفسیر کبیر جلد ۲ ص 40-639)

﴿تم تمام بنی نوع انسان سے عدل سے پیش آیا کرو﴾

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-"حقوق العباد یہ ہیکہ خدا تعالیٰ کی مخلوق سے ہمدردی کریں یہ طریق اچھا نہیں کہ صرف مخالفت مذہب کی وجہ سے کسی کو دکھ دیں ہمدردی اور سلوک الگ چیز ہے اور مخالفت مذہب دوسری شے اسلام کی مثال ہم یوں دے سکتے ہیں کہ جیسے باپ اپنے حقوق اُبوّت کو چاہتا ہے اس طرح وہ چاہتا ہے کہ اولاد میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی ہو وہ نہیں چاہتا کہ ایک دوسرے کو مارے۔ اسلام بھی جہاں یہ چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا کوئی شریک نہ ہو وہاں اس کا یہ بھی منشاء ہے کہ نوع انسان میں مودّت اور وحدت ہو"۔ (ملفوظات جلد چہارم ص554)

"خدا تم سے کیا چاہتا ہے۔ بس یہی کہ تم تمام نوع انسان سے عدل کے ساتھ پیش آیا کرو۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان سے بھی نیکی کرو جنہوں نے تم سے کوئی نیکی نہیں کی پھر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم مخلوق خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ کہ گویا تم ان کے حقیقی رشتہ دار ہو جیسا کہ مائیں اپنے بچوں سے پیش آتی ہیں کیونکہ احسان میں ایک خود نمائی کا مادہ بھی مخفی ہوتا ہے اور احسان کرنے والا کبھی اپنے احسان کو جتلا بھی دیتا ہے لیکن وہ جو ماں کی طرح طبعی جوش سے نیکی کرتا ہے وہ کبھی خود نمائی نہیں کر سکتا۔ پس آخری درجہ نیکیوں کا طبعی جوش ہے جو ماں کی طرح ہو اور یہ آیت نہ صرف مخلوق کے متعلق ہے بلکہ خدا کے متعلق بھی ہے خدا سے عدل یہ ہے کہ اس کی نعمتوں کو یاد کر کے اس کی فرمانبرداری کرنا اور خدا سے احسان یہ ہے کہ اس کی ذات پر ایسا یقین کر لینا کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے۔"

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد19 ص30)

"خلق کی خدمت اس طرح سے کہ جس قدر خلقت کی حاجات ہیں اور جس قدر مختلف وجوہ اور طریق کی راہ سے قسّام ازل نے بعض کو بعض کا محتاج کر رکھا ہے۔ ان تمام امور میں محض للہ اپنی حقیقی اور بے غرضانہ اور سچی ہمدردی سے جو اپنے وجود سے صادر ہو سکتی ہے ان کو نفع پہنچادے اور ہر ایک مدد کے محتاج کو اپنی خدادا قوت سے مدد دے اور ان کی دنیا و آخرت دونوں کی اصلاح کیلئے زور لگاوے۔" (آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ ص ٦١)

اَتُکْفِرُ رَجُلاً اَیَّدَ الدِّینَ حُجَّةً

کیا تو ایسے آدمی کی تکفیر کرتا ہے جس نے دلیل کے ساتھ دین کی تائید کی

تَعَالٰی مَقَامِیْ فَاخْتَفٰی مِنْ عُیُوْنِہِمْ	وَرَبِّیْ یَرٰی ھٰذَا الْجَنَانَ الْمُجَرَّدَا

میرا مقام تو بلند ہے اسلئے ان کی آنکھوں سے مخفی ہو گیا ہے اور میرا پرور دگار اس یکتا دل کو دیکھ رہا ہے

وَفِی الدِّیْنِ اَسْرَارٌ وَّ سُبُلٌ خَفِیَّةٌ	یُلاحِظُھَا مَنْ زَادَہُ اللّٰہُ فِی الْھُدٰی

اور دین میں کچھ اَسرار اور مخفی راہیں ہیں۔ انہیں وہی دیکھتا ہے جسے اللہ نے ہدایت میں ترقی دی ہو

وَھٰذَا عَلَی الاسْلَامِ اَدْھٰی مَصَائِبٍ	یُکَفَّرُ مَنْ جَاءَ الانَامَ مُجَدِّدَا

اور یہ اسلام پر شدید ترین مصیبت ہے کہ اُس کی تکفیر کی جاتی ہے جو مخلوق کیلئے مجدد ہو کر آیا

اَتُکْفِرُ رَجُلاً قَدْاَنَارَ صَلَاحُہُ	وَمِثْلُكَ جَھْلاً مَارَاَیْتُ ضَفَنْدَدَا

کیا تو ایسے آدمی کی تکفیر کرتا ہے جس کی نیکی روشن ہے ؟ اور جہالت میں تیرے جیسا احمق میں نے کوئی نہیں دیکھا

اَتُکْفِرُ رَجُلاً اَیَّدَ الدِّیْنَ حُجَّةً	وَدَافَا رُؤُسَ الصَّائِلِیْنَ وَاَرْجَدَا

کیا تو ایسے آدمی کی تکفیر کرتا ہے جس نے دلیل کے ساتھ دین کی تائید کی اور حملہ کرنے والوں کے سروں کو توڑ دیا اور کچل ڈالا

اَنَحْنُ نَفِرُّ مِنَ الرَّسُوْلِ وَدِیْنِہٖ	وَیَبْدُوْ لَکُمْ اٰیَاتُنَا الْیَوْمَ اَوْ غَدَا

کیا ہم رسول (ﷺ) اور اس کے دین سے دور بھاگ سکتے ہیں جب کہ تمہارے لئے آج یا کل ہمارے نشان ظاہر ہو جائیں گے

وَ وَاللّٰہِ لَوْلَاحُبُّ وَجْہِ مُحَمَّدٍ	لَمَا کَانَ لِیْ حَوْلٌ لِاَمْدَحَ اَحْمَدَا

اور خدا کی قسم ! اگر مجھے محمد کے چہرے کی محبت نہ ہوتی تو مجھے کوئی طاقت نہ ہوتی کہ احمد کی مدح کر سکوں

فَفِیْ ذَاكَ اٰیَاتٌ لِکُلِّ مُکَذِّبٍ	حَرِیْصٌ عَلٰی سَبٍّ وَ اَلْوٰی کَالْعِدَا

اس میں ہر اس تکذیب کرنے والے کیلئے نشانیاں ہیں جو گالیاں دینے پر حریص اور دشمنوں کی طرح پیچھے پڑنے والا جھگڑالو ہے

(کرامات الصادقین)

داغِ ہجرت اور زمانۂ درویشی

محترم مولانا عبدالقادر صاحب دھلوی دانش درویش (سابق نائب ناظر دعوت و تبلیغ)

داغِ ہجرت

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۱۸۹۴ء میں ایک الہام "داغِ ہجرت" کے ذریعہ ایک پر خطر انقلاب سے آگاہ فرمایا تھا کہ کسی وقت مسیح موعودؑ کی جماعت کو ایک عظیم ابتلاء سے گذرنا پڑیگا۔ اس اندوہ ناک ابتلاء کا ظہور آپؑ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ امام جماعت احمدیہ کے زمانہ میں ہوا۔

جب ۱۹۴۷ء کا آغاز ہوا۔ تو شروع سال سے ہی ہندوستان کی سیاسی فضا مکدر ہونے لگی۔ حکومت برطانیہ ہندوستان کو آزادی دیکر واپس جانے کے پروگرام کو عملی صورت دے رہی تھی۔

۱۹۴۷ء بڑا پر آشوب سال تھا۔ جوں جوں اس سال کے مہینے آگے بڑھتے گئے۔ ہم نے حضرت صاحب کو بہت فکر مند پایا۔ کیونکہ آپ کو اس امر کا احساس ہو گیا تھا کہ "داغ ہجرت" کے الہام کے ظاہر ہونے کا وقت آپہنچا ہے۔ اور جماعت احمدیہ کو قادیان سے ہجرت کرنی پڑے گی۔

اس کے بعد تیزی سے حالات مخدوش ہونے لگے۔ اور آزادی کا اعلان ہونے کے ساتھ ہی ملک میں۔ بالخصوص پنجاب میں فسادات شروع ہو گئے۔ ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ نے ایک مکتوب گرامی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کو لکھا (جو اخبار الفضل مورخہ ۸/ جون ۱۹۴۸ء میں شائع ہو چکا ہے) "متعدد دوستوں کے متواتر اصرار اور لمبے غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قیام امن کی اغراض کیلئے مجھے چند دن کیلئے لاہور جانا چاہئے کیونکہ قادیان سے بیرونی دنیا کے تعلقات منقطع ہیں۔ اور ہم ہندوستان کی حکومت سے کوئی بھی بات نہیں کر سکتے۔ حالانکہ ہمارا معاملہ اس سے ہے...... میں مان نہیں سکتا کہ اگر ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو صاحب پر یہ امر کھول دیا جائے کہ ہماری جماعت مذھباً حکومت کی وفادار جماعت ہے تو وہ ایسا انتظام نہ کریں۔ کہ ہماری جماعت اور دوسرے لوگوں کو جو ہمارے ارد گرد رہتے ہیں حفاظت نہ کی جائے"۔

حضرت صاحب اس کوشش کے سلسلہ میں عارضی طور پر

۳۱ر اگست کو لاہور تشریف لے گئے تا کہ بذریعہ تار۔ ٹیلیفون و دیگر ذرائع سے حکومت ہندوستان سے رابطہ قائم کر کے قادیان احمدیہ جماعت اور گردونواح میں بسنے والے مسلمانوں کو تحفظ دئے جانے کی بات کی جا سکے۔ لیکن کوشش کے باوجود دہلی کی حکومت سے رابطہ قائم نہ ہو سکنے اور قادیان و احمدیہ جماعت کو تحفظ نہ ملنے کی وجہ سے حضرت صاحب کو مزید عرصہ لاہور میں ہی قیام رکھنا پڑا۔ ادھر مشرقی پنجاب میں فسادات بھیانک صورت اختیار کر گئے۔ اور قادیان و احمدی آبادی پر بھی حملہ آوروں کے یورش شروع ہو گئی۔

ملک کے بٹوارہ کے ساتھ ہی پنجاب مشرقی و مغربی دو حصوں میں بٹ گیا تھا اور حالات کے بگڑنے کے باعث دونوں حصوں کے رہنے والوں میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ سراسیمگی کے عالم میں ضلع گورداسپور کے مسلمانوں کے قافلے لاہور پاکستان کی طرف جا رہے تھے راستہ بہت پر خطر تھا حملہ آور قافلوں میں لوٹ مار قتل و غارت گری مچا رہے تھے۔ قادیان کے احمدی بھی قافلوں کی صورت میں جانے سے غیر محفوظ تھے۔ ان مخدوش حالات کی بناء پر لاہور سے حضرت امام جماعت احمدیہ نے پیغام بھجوایا کہ احمدیوں کی تاکید کی جائے کہ وہ پیدل قافلوں میں نہ آئیں۔ ہم ان کیلئے گاڑیاں بھجوانے کا انتظام کر رہے ہیں۔ اس طرح قادیان سے احمدی آبادی کو بسوں ٹرکوں پر لاہور بھجوایا جاتا رہا۔ لیکن احمدی آبادی کے کثیر حصہ کے انخلاء کی وجہ سے مقامات مقدسہ کی حفاظت اور قادیان کو آباد رکھنے کا مسئلہ پیدا ہوا۔ تو حضرت صاحب نے پیغام بھجوایا کہ بوڑھوں، بچوں، مستورات کو بھجوا دیا جائے۔ لیکن نوجوانوں کی ایک تعداد شعائر اللہ کی دیکھ بھال، دارالمسیح کی آبادی اور حفاظت مرکز کی غرض سے قادیان میں ٹھہرے۔ اور اسلام کے دور اول کے معرکہ بدر کا خیال کرتے ہوئے ۳۱۳ (تین سو تیرا) نوجوانوں کو قادیان میں ٹھہرانے کی ہدایت بھجوائی۔ بسوں کا آخری قافلہ ۱۶ر نومبر ۱۹۴۷ء کو روانہ ہونے کے بعد قادیان سے احمدی آبادی کے انخلاء کا سلسلہ بند ہو گیا۔

داغ ہجرت کے نتیجہ میں پنجاب کے احمدیوں کو اور ضلع گورداسپور کی احمدی آبادی کو ناقابل برداشت تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔ اور قادیان میں جب حملہ آوروں نے مار دھاڑ۔ لوٹ مار مچائی تو پوری احمدی آبادی کو بے سروسامانی کے عالم میں قادیان سے ہجرت پر مجبور ہونا پڑا۔ (لیکن وہ دن انشاء اللہ تعالیٰ جلد آئیں گے۔ جب کہ الٰہی بشارتوں کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو دوبارہ قادیان میں آنا نصیب ہوگا۔)

زمانہ درویشی

۱۶ر نومبر ۱۹۴۷ء کو آخری قافلہ روانہ ہو جانے کے بعد جو ۳۱۳ نوجوان خدمت گذار قادیان میں ٹھہرے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ امام جماعت احمدیہ نے انہیں "درویشوں" کا لقب دیا۔ لفظ درویش لغوی طور پر ان لوگوں پر اطلاق پاتا ہے جو دنیا سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر دھونی رما کر بیٹھ جاتے ہیں۔ جن کی زندگی اور مقصد خدا کے نام کو بلند کرنے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ قادیان سے زیادہ تر احمدی آبادی کے انخلاء کے بعد ان ۳۱۳ نوجوانوں کے قادیان میں ٹھہرے رہنے کے حالات یہی منظر پیش کر رہے تھے۔ حضرت صاحب کا ان نوجوانوں کو "درویش" کا لقب دئے جانے کے پس منظر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ خواب تھا جس میں حضورؑ نے فرمایا تھا:

"میں نے خواب میں ایک فرشتہ ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا۔ جو ایک اونچے چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں ایک پاکیزہ نان تھا جو نہایت چمکیلا تھا۔ وہ نان اس نے مجھے دیا اور کہا "یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے" اس طرح داغ ہجرت کے بعد نوجوانوں کی ایسی جمعیت بھی وجود میں آئی جسے فی الحقیقت درویشوں کا مصداق بھا گیا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جو قادیان کے درویشوں کے امور کے نگران تھے لاہور سے اپنے مکتوب ۱۰ ارمئی ۱۹۴۸ء میں محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی قادیان کو تحریر فرمایا کہ "حضرت صاحب قادیان کے درویشوں کیلئے کچھ روغنی میٹھی روٹیاں بھجوا رہے ہیں یہ روٹیاں تبرک کے طور پر ہیں۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ اس رؤیا کی تصدیق میں ہیں۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا تھا کہ ایک فرشتہ حضور کے پاس ایک روغنی روٹی لایا ہے اور اسے پیش کر کے کہتا ہے کہ یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس تبرک کو مبارک کرے۔ آمین"

قادیان میں احمدی نوجوانوں کی مختصر جمعیت کا ٹھیرنا بھی ایک معجزہ تھا درویشوں کا اللہ ہی حافظ و ناصر تھا۔ حالات نہایت مخدوش۔ بحد مکدر۔ ہم درویش ایک بند ماحول چھوٹے سے حلقہ میں محصور ہو کر رہ گئے ہمارا اپنے حلقہ سے باہر نکلنا تو الگ رہا۔ مخالف ہمارا یہاں ٹھہرنا بھی ناپسند کرتے تھے۔ اور معاندانہ عزائم رکھتے تھے۔ درویشوں میں سے جو نوجوان اپنے حلقہ سے باہر نکلتے یا ہوا خوری کیلئے جاتے۔ ہمارے بدخواہ انہیں پکڑ لیتے اپنے مکانوں میں بند کر لیتے۔ اور بڑی مشکل سے انہیں مخلصی نصیب ہوتی۔ ان خدشات کے پیش نظر درویش اپنے حلقہ سے باہر سودا سلف لینے یا سیر و تفریح کیلئے بھی نہ جا سکتے تھے۔ اپنے حلقہ میں ہی رہتے۔ اور بہشتی مقبرہ و ملحقہ باغ میں ہی ہوا خوری کر لیتے۔ ان حالات میں منتظمین کی طرف سے قادیان کے مین بازار کی طرف جانے والے راستہ پر ایک دفتر "افسر بازار" کا کھولا گیا تھا۔ دو تین چار کی تعداد میں درویشوں کو بازار جانے کی ہدایت تھی۔ افسر بازار میں ان کے نام لکھے جاتے تھے۔ اس طرح ان کے بازار جانے اور واپسی کا خیال رکھا جاتا تھا۔

درویشی پھولوں کی سیج نہیں تھی۔ نان و نفقہ کے ذرائع محدود جو پارچات میسر تھے ان میں مست الست، تنگی ترشی سے گذر بسر۔ یہ تھی ان کی بساط زندگی، ایک عرصہ تک درویشوں کو قید و بند جیسی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ لیکن ان ۳۱۳ جواں مرد۔ باہمت درویشوں کو مخالفتوں اور مشکلات نے متزلزل نہیں کیا۔ بڑی پامردی سے تھپیڑوں کو برداشت کرتے رہے۔ ان کی قربانیوں کو دیکھ کر زبان سے مرحبا صد مرحبا کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔

ابتدا میں ہمارے حلقہ کے گردونواح میں بسنے والے مخالفین اور بستی کے معاندین نے کچھ عرصہ ہمارا سوشل بائیکاٹ کئے رکھا۔ میل جول بھی بند تھا۔ معاندین کی طرف سے ناکہ بندی کی وجہ سے ہم تک دودھ۔ سبزیاں۔ اجناس تک پہنچنی بند ہو گئیں۔ محصوریت کے اس دور میں جو گندم، دالیں تھیں۔ مسالے وغیرہ ہمارے سٹور، لنگر خانہ میں موجود تھے۔ ان ہی پر ایک عرصہ گذارا کیا جاتا رہا۔ جب حالات قدرے سازگار ہوئے تو سبزیاں۔ دودھ وغیرہ ملنے لگے۔ تو کھانے میں سدھار ہو گیا۔

درویشوں کے لیل و نہار

درویشوں کو ان ناسازگار اور مخالف حالات میں اللہ تعالیٰ نے حد درجہ سکون بخشا۔ کسی کے دل میں ذرا بھر انقباض نہیں تھا۔ کہ ہم یہاں کیوں ٹھہرے ہیں۔ بلکہ سب دل سے خوش تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔ کہ اُس نے فضل کیا۔ جو انہیں یہاں ٹھہرنے کا موقعہ ملا۔ اور انہیں مسیح محمدیؑ کے درویشوں کی صف میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ انہوں نے عہد کیا کہ اب جو مقصد ہمارے ہیاں ٹھہرنے کا ہے وہ پورا ہو۔

پھر معجزانہ طور پر درویشوں میں روحانی تبدیلی پیدا ہونی شروع ہو گئی سب درویش پابندی سے فرض نمازیں مساجد میں ادا کرتے۔ نوافل کی نماز شوق و ذوق سے ادا کرتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے درویشوں کے لئے ہدایت بھجوائی تھی کہ

"ایک دو گھنٹے قرآن کریم کے درس اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کے پڑھنے میں صرف کئے جائیں۔ تہجد کی ہر شخص عادت ڈالے۔ وہاں رہنے والے ہفتہ میں دو روزے رکھیں۔ تہجد کی عادت ڈالنے کیلئے یہ طریق مقرر کردیں کہ تراویح کی طرح سارا سال ہی نماز تہجد مسجد میں ہوا کرے یا اپنے اپنے حلقوں میں نماز تہجد باجماعت کی عادت ڈالی جائے"

(اقتباس از مکتوب ۱۲/ نومبر ۱۹۴۷ء مطبوعہ الفرقان، درویشان قادیان نمبر)

چنانچہ حضرت صاحب کی ہدایت کی تعمیل میں مساجد میں نمازوں کے بعد قرآن مجید احادیث و کتب حضرت مسیح موعودؑ سے درس دئے جاتے۔ پیر اور اتوار کو نفلی روزے رکھے جاتے۔ اور مساجد میں نماز تہجد باجماعت ادا کئے جانے کا اہتمام کیا گیا۔

نماز تہجد کے اٹھانے کیلئے آخر شب ایک بزرگ درویش میاں مولا بخش صاحب مرحوم ضعیفی کے باوجود حلقہ کی گلیوں میں بلند اور نہایت سریلی آواز میں پاکیزہ اشعار پڑھ کر منادی کیا کرتے تھے۔ اور سب درویش بستروں سے نکل کر باوضو ہو کر مساجد میں نماز تہجد باجماعت ادا کرنے کیلئے پہنچ جاتے۔ تہجد ادا کرنے کے بعد مساجد میں ہی ٹھہر کر ذکر و اذکار۔ درود، دعاؤں میں مصروف رہتے۔ پھر اذان کے بعد نماز فجر باجماعت ادا کرتے۔ اس کے بعد قرآن مجید احادیث کا درس ہوتا۔ اور پھر درس ختم ہونے پر سب درویش اجتماعی دعا کرنے بہشتی مقبرہ جاتے۔ اور روزانہ ہی مزار مبارک پر حاضری دیکر اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزی اور اضطرار کے ساتھ غلبہ اسلام کیلئے دعائیں کرتے۔

اجتماعی دعا سے فراغت کے بعد بہشتی مقبرہ سے واپس آکر درویش اپنے ڈیروں پر قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔ مساجد میں بعد نماز عصر کتب حضرت مسیح موعودؑ کا درس دیا جاتا۔

میاں مولا بخش صاحب کی وفات کے بعد مکرم سید محمد شریف صاحب مرحوم سیالکوٹی اپنے بڑھاپے کے باجود آخر شب درویشوں کو نماز تہجد کیلئے اٹھایا کرتے تھے۔ مکرم سید صاحب کی وفات کے بعد مسجد اقصیٰ سے بذریعہ لاؤڈ سپیکر تہجد کی نماز کیلئے اُٹھانے کا انتظام کردیا گیا۔

درویشوں کی ڈیوٹیاں

درویش صبح کے وقت تلاوت قرآن کے بعد ناشتہ و ضروری امور سے فارغ ہو کر مسجد مبارک کے پاس احاطہ گلشن احمد میں یا مدرسہ احمدیہ کے صحن میں جمع ہو جاتے۔ منتظمین وہاں سے

انہیں مختلف کاموں کی انجام دہی کیلئے مناسب تعداد میں بھجوا دیتے۔ کچھ درویش بہشتی مقبرہ کی صفائی کیلئے بھجوائے جاتے۔ کچھ حلقہ کے چہار اطراف نگہداشت پہرہ داری پر مقرر کئے جاتے۔ جو پورے حلقہ میں گشت کر کے حفاظت کے فرائض انجام دیتے۔ کچھ درویشوں کو لنگر خانہ میں کھانا تیار کرنے میں باورچیوں کا ہاتھ بٹانے کیلئے بھجوایا جاتا۔ وہ درویش جو تعمیر و مرمت کے معمولی کام بھی جانتے تھے۔ انہیں کچھ درویشوں کے ہمراہ مکانوں کی مرمتوں کا کام سونپا جاتا۔ جو درویش تعلیم یافتہ تھے۔ انہیں دفتروں میں کام تفویض کر دیا گیا تھا۔ علماء کرام کے سپرد مساجد میں امامت اور درس و تدریس کا کام تھا۔ اپنے حلقہ اور بہشتی مقبرہ میں پہرہ اور حفاظت کا انتظام چوبیس گھنٹے رہتا تھا۔ منتظمین گشت کر کے دن کو اور رات کو بھی پہرے کے انتظام کو چیک کیا کرتے تھے۔ غرض درویشوں کے سپرد اُن کی صحت، علم، قابلیت کا لحاظ رکھتے ہوئے جو کام بھی دئے جاتے تھے۔ سب بڑے اخلاص ذوق وشوق سے دل لگا کر انجام دیتے تھے۔

ان سب مصروفیات کے باوجود درویشوں پر یہ مثال صادق آتی تھی "دست در کار دل بایار" سب درویش مفوضہ کاموں کی بجاآوری میں مصروف بھی رہتے تھے۔ اور زبانوں پر ذکر الٰہی۔ جو سنا بھی جارہا ہوتا تھا۔ اور دل میں یادِ خدا موجزن رہتی تھی۔ کیا خوب تھا وہ نزول رحمت باری کا منظر اور درویشوں کی روحانیت سے معمور زندگی۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ناظر خدمت درویشان نے زمانہ درویشی میں قادیان کے ماحول کا منظر یوں پیش فرمایا:

"مکرمی بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی اور دوسرے درویشان قادیان کے مضامین سے دوستوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ موجودہ حالات کے نتیجہ میں آج کل قادیان کی زندگی کتنی روحانی فیوض سے معمور ہے۔ گویا کہ اس کے لیل و نہار مجسم روحانی بن چکے ہیں۔ کیونکہ قادیان میں رہنے والے دوستوں کو دنیا کے دھندوں سے کوئی سروکار نہیں۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ روحانی مشاغل کیلئے وقف ہے۔ قرآن و حدیث کا درس۔ نوافل اور نمازوں اور خصوصاً تہجد کا التزام۔ خشوع و خضوع میں ڈوبی ہوئی دعاؤں کا پروگرام نفلی روزوں کی برکات اور دن رات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بابرکت گھر اور بیت الدعا اور مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ اور بہشتی مقبرہ میں ذکر الٰہی کے مواقع۔ یہ عظیم الشان نعمتیں ہیں۔ جن سے جماعت احمدیہ کا بیشتر حصہ آجکل محروم ہے۔ اور قادیان کا ماحول ان نعمتوں سے بہترین صورت میں فائدہ اٹھانے کا موقعہ پیش کرتا ہے۔"

(بحوالہ ماہنامہ الفرقان ربوہ درویشان قادیان نمبر ۱۹۶۳ء)

وقارِ عمل

بہشتی مقبرہ کے گرد چونکہ چار دیواری نہیں تھی۔ اور اس طرف سے شرپسندوں کے اندر گھس آنے کا خوف رہتا تھا۔ اور غیروں کے مویشیوں کے بہشتی مقبرہ میں داخل ہو کر قبور اور کتبوں کے توڑ پھوڑ کا بھی خدشہ تھا۔ اس لئے یہ طے پایا کہ عارضی طور پر بہشتی مقبرہ کے ان اطراف میں جہاں دیوار بنانا ضروری ہے۔ پانچ چھ فٹ اونچی کچی مٹی کی دیوار بنادی جائے۔ اس کیلئے قطعہ زمین میں گارا تیار کیا گیا۔ اور سب درویش صبح تین چار گھنٹے وقار عمل کر کے گارا اٹھا کر لے جاتے۔ اور بہشتی مقبرہ کی بیرونی دیوار بناتے عرصہ ڈیڑھ

دوماہ کے مسلسل وقار عمل کے ذریعہ دیوار کو قریباً پانچ چھ فٹ اونچا اُٹھادیا گیا۔ بعد ازاں ۱۹۵۱ میں تعمیر پختہ چار دیواری کا آغاز ایک تحریک کے ذریعہ کیا گیا۔ یہ کام کئی سالوں میں مکمل ہوا۔ جوں جوں رقم جمع ہوتی گئی دیوار کا کام مکمل کیا جاتا رہا۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ قادیان کے ایک درویش بابا خدا بخش صاحب جو تقسیم سے قبل ایک قلی کا کام کرتے تھے۔ انہوں نے کفایت شعاری سے روپیہ جمع کیا ہوا تھا۔ درویشوں میں سب سے زیادہ ۱۳۸۷ روپے اس تحریک چار دیواری بہشتی مقبرہ میں ادا کئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔

اسی طرح درویشوں کے حلقہ اور کمہاروں کے محلّہ کے مابین ایک سڑک تھی۔ ہماری جانب چونکہ دیوار نہیں تھی۔ کمہار ہماری جانب کھلی زمین پر برتن رکھنے لگے۔ اور قبضہ کرنے لگے۔ اس لئے درویشوں کے وقار عمل کے ذریعہ اپنے حلقہ کو محفوظ کرنے کی خاطر قریباً تیس فٹ لمبی اور پانچ چھ فٹ اونچی اینٹوں کی دیوار تعمیر کر دی گئی۔ اس طرح دوسروں کا غیر راستہ سے احمدیہ حلقہ میں داخلہ اور ہماری زمین پر قبضہ کی راہ بند ہو گئی۔

اسی طرح مسجد اقصیٰ کے مین گیٹ کے سامنے جو میدان تھا۔ اس کی دیواریں پختہ تعمیر کر کے اسے بھی محفوظ کیا گیا۔

درویشوں کا قیام

اس جذبہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ حفاظت مرکز کیلئے جوانوں کو تحریک ہو رہی ہے بہت سے کالجوں۔ سکولوں میں پڑھنے والے نوجوان اپنی تعلیم بیچ میں چھوڑ کر قادیان آگئے۔ بہت سے کاروباری دوست آگئے بعض ملازمت پیشہ احباب چھٹیاں لیکر آگئے۔ بعض اپنی کھیتی باڑی کو چھوڑ کر آگئے۔

ماں باپ کے بعض اکلوتے بیٹے آگئے۔ کسی گھر سے دو بھائی آگئے۔ اس طرح ہر طبقہ کے دوست قادیان حفاظت مرکز کیلئے آتے رہے۔

ابتداء درویشی میں پروگرام تھا کہ ہر دوماہ بعد ٹرکوں کے قافلے نئے دوستوں کو لیکر آتے رہیں گے۔ اور قادیان میں مقیم درویشوں میں سے ضرورت مندوں کو واپس بھجوایا جاتا رہے گا۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء کے شروع میں جنوری مارچ مئی میں تین مرتبہ چند ٹرکوں کے ذریعہ کچھ احباب قادیان آسکے۔ اور درویشوں میں سے کچھ ضرورت مندوں کو واپس بھجوایا جا سکا۔ لیکن مئی ۱۹۴۸ء کے بعد ملکوں کے تعلقات استوار نہیں رہے۔ اور ٹرک بھی آنے جانے بند ہو گئے۔

حضرت صاحب کی خواہش

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی انتہائی خواہش تھی کہ آپ خود بھی قادیان آکر محصوریت کے اس پر آشوب دور میں درویشوں میں شریک ہو جاتے اس ضمن میں حضرت صاحب کا مکتوب گرامی ۱۱ر مئی ۱۹۴۸ء درج ذیل ہے:

عزیزم مولوی عبدالرحمٰن صاحب واصحاب الصفہ قادیان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ صحابہ اور کچھ اور لوگ جو جوار مسیح موعود علیہ السلام کو دنیوی زندگی پر فضیلت دیتے ہیں قادیان آرہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا قادیان آنا مبارک کرے۔ کچھ جو اور نہیں ٹھہر سکتے واپس آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانی کو قبول کرے اور باہر آکر نیکی پر قائم رہنے اور قادیان میں رہنے کے ثواب کو بڑھانے کی انہیں توفیق بخشے۔ اور

ہمارے جلاوطنی کے دن چھوٹے کردے۔ آمین۔

اگر سلسلہ کی ضروریات مجبور نہ کرتیں تو میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوتا۔ لیکن زخمی دل اور فسردہ افکار کے ساتھ آپ سے دور اور قادیان سے باہر بیٹھا ہوں۔ نہ معلوم وہ دن کب آتا ہے کہ میں بھی اس مقام پر پہنچ سکوں۔ جو خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے اور احمدیوں کا دائمی مرکز ہے۔ آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے۔ اور آپ کی اولادیں عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی۔ وہ خدا کی برکات کی وارث ہوں گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل بلاوجہ کسی کو نہیں چھتا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ آپ کی قربانی کو کبھی ضائع نہ ہونے دے اور برکتوں سے آپ کا خانہ اعمال بھرتا چلا جائے۔ اور کبھی ایسی ٹھوکر آپ کو نہ لگے۔ جو اس قربانی کو ضائع کردے۔ اللھم آمین۔ آپ لوگ دعا میں لگے رہیں۔ تا خدا تعالیٰ جلد قادیان پھر ہمارے ہاتھوں میں دے۔ اور پھر قادیان اور اس کے نواح میں احمدی ہی احمدی نظر آئیں۔ اللھم آمین۔

(۱۱رمئی ۴۸ء مطبوعہ الفرقان ربوہ درویشاں نمبر اگست ستمبر اکتوبر ۱۹۶۳ء)

مگر حالات سازگار نہ ہوئے اور حضرت صاحب جلسہ سالانہ کے قافلوں میں یا کسی موقعہ پر بھی زندگی میں قادیان تشریف نہ لا سکے۔ یہاں کے حالات اس قدر مخدوش اور المناک رہے کہ گمان ہوتا تھا۔ کہ درویشوں پر صبح بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ شام بھی ہوتی ہے یا نہیں کسی موقعہ پر بھی معاندین انہیں ختم کردیں گے۔ مگر دیکھئے حضرت صاحب کا جوش و جذبہ کہ چاہتے ہیں خود بھی اس جہاد میں شریک ہوں۔ جس میں شمولیت کیلئے صدیوں بعد اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں بگل بجا ہے۔ اور خدا جانے پھر کبھی یہ موقعہ ہاتھ آئے یا نہیں۔ حضرت صاحب کو اس معرکہ میں خود شامل نہ ہوسکنے کا صدمہ رہا۔

دیکھئے ایک عظیم قوم و اسلام و احمدیت کا بار امانت۔ بار امامت آپ کے کندھوں پر ہے۔ لیکن تڑپ ہے کہ خود بھی اس معرکہ میں شریک ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے کچھ افراد کو درویشی کی ابتداء میں قادیان میں ٹھہرایا۔ اور بعد کے قافلوں میں بھی خاندان کے افراد آئے۔ لیکن حضرت صاحب نے خود شریک نہ ہوسکنے کے صدمہ کو کم کرنے کیلئے اپنے دو جگر گوشوں (بیٹوں) محترم مرزا خلیل احمد صاحب اور محترم مرزا وسیم احمد صاحب کو بطور درویش قادیان بھجوایا۔ جن میں سے محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کو یہ فضیلت حاصل ہوئی۔ کہ جب ابتدا ۱۹۴۸ء میں قادیان آکر اپنے درویش بھائیوں میں شامل ہوگئے۔ تو پھر پورا دور درویشی انہی میں گذرا۔ جب محترم صاحبزادہ صاحب کی شادی کے بعد ان کی بیگم سیدہ امۃ القدوس صاحبہ قادیان آئیں تو دونوں محترم ہستیاں درویشوں میں ایسی گھل مل گئیں کہ دُرویشوں کا ہی وجود بن گئے مئی ۱۹۴۸ء کے بعد آنے جانے والوں کا سلسلہ بند ہو گیا اور جو نوجوان پیچھے رہ گئے تھے ان کا قادیان میں قیام کا عرصہ ممتد ہوتا گیا اور پھر انہوں نے اپنے تبادلہ اور واپس جانے کا خیال ہی دلوں سے نکال دیا سب یہاں کے ہی ہو رہے۔ اپنے ماں باپ کی یادوں۔ اپنے کاروبار۔ اپنی تجارتوں۔ نوکریوں۔ زراعت۔ جائیدادوں۔ مال و منال کو خیرباد کہہ دیا۔ اور قادیان کو ہی اپنا وطن بنالیا۔ اور بہت سے ایسے بھی جنہوں نے پھر اپنے

عزیز و اقارب۔ رشتہ داروں کو بھی نہیں دیکھا کہ کون کہاں جا کر آباد ہو گئے بہت سے درویش اپنے والدین کی خدمت کیلئے پاکستان جا کر اُن کے پاس کچھ عرصہ ٹھہرنے اور رشتہ داروں سے ملاقات کرنے سے بھی محروم رہے۔

قادیان میں ٹھہرنے والے درویشوں میں سے جن نوجوانوں کی شادیاں نہیں ہوئیں تھیں۔ ان کی ہندوستان میں ہی احمدی گھرانوں میں شادیاں ہوئیں۔

۱۹۵۰ء کے شروع میں احمدیوں کے کچھ گھرانے یو. پی. (اترپردیش) سے ہجرت کر کے قادیان میں آکر آباد ہوئے۔ بہت سے درویشوں کے اہل و عیال جو ۱۹۴۷ء میں فسادات کے دوران حفاظتی لحاظ سے لاہور بھجوا دیئے گئے تھے ان فیملیز کی ۱۹۵۱ء میں قادیان آنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ جن درویشوں کے اہل و عیال کسی وجہ سے نہ آسکے۔ اُن میں سے بعض نے ہندوستان میں شادیاں کر لیں۔ اس طرح قادیان میں اہلی زندگی کے آثار پیدا ہو گئے جن درویشوں کے گھر آباد ہوئے۔ انہیں نان و نفقہ کیلئے حسب حالات گذارے دیئے جانے لگے۔ مجرد درویشوں کے کھانے کا انتظام لنگر خانہ سے ہی جاری رہا۔ یہ بھی تحریک کی گئی کہ درویشوں میں جو صنعت و حرفت کا کام جانتے ہوں۔ وہ اپنے لئے آمدن پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اسی دوران حکومت کی ایک سکیم کے تحت کچھ درویشوں کی سوسائٹی بنا کر کھڈیاں (پارچہ بافی) کا کام بھی شروع کرایا گیا۔ جو آمدنی کا ایک ذریعہ تھی۔ لیکن یہ سکیم کامیاب نہیں ہو سکی۔ اس لئے انجمن نے ان کے گذارے بحال کر دیئے اور جو درویش کسی صنعت کے ذریعہ کسی قدر آمدن پیدا کر سکے ان کو نصف فیملی سکیل کا گذارہ دینا شروع کر دیا تاکہ ان کے خانگی اخراجات سہولت سے پورے ہوتے رہیں۔ اور جو درویش اپنے لئے آمدن کی معقول صورت پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ ماشاء اللہ اب تک خود کاروبار کر کے بسر اوقات کر رہے ہیں۔

مشکلات کے اس دور میں اللہ تعالیٰ کا کرنا یہ ہوا کہ ۱۹۵۱ء کے زمانہ میں کلکتہ سے محترم میاں سیٹھ محمد صدیق بانی قادیان تشریف لائے۔ انہوں نے قادیان کے درویشوں سے رشتہ مواخاۃ قائم کرنے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ اور پھر درویشوں اور ان کے اہل و عیال پر مشتمل ایک بڑی جمعیت کیلئے ہر سال چار ماہ کی گندم کے اخراجات برداشت فرماتے رہے۔ نیز درویشوں کے گھروں میں ملبوسات تقسیم کرواتے ضرورت مندوں میں سردیوں میں بستروں کا انتظام کرواتے۔ عیدوں کے موقع پر عیدی تقسیم کرواتے۔ اسکولی بچوں۔ بچیوں میں بصورت نقدی تحفے دیتے۔ درویشوں کے بچوں کی اعلیٰ تعلیم کیلئے وظائف فنڈ قائم کرایا۔ بیوگان یتامیٰ کی ضرورتوں کا خیال رکھتے۔ غرض ابتداء زمانہ درویشی میں جبکہ درویشوں اور ان کے اہل و عیال کو سہارا دینے کا وقت تھا۔ میاں محمد صدیق صاحب بانی کشادہ پیشانی۔ فراخ دلی اور کھلے ہاتھوں سے دولت خرچ کر کے درویشوں سے کئے گئے رشتہ مواخاۃ کو بطریق احسن نبھاتے رہے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا خاندان اور درویش ایک ہی برادری ہیں۔ محترم سیٹھ صاحب اپنے خاندان کے ہمراہ اپنے چھوٹے بیٹے شریف احمد سلمہ اللہ کی شادی کیلئے دولہا، دلہن کو لیکر قادیان آئے اور یہاں اس کا نکاح۔ رخصتانہ۔ ولیمہ وسیع پیمانہ پر کیا۔ اور درویشوں کو شادی کی مسرتوں میں شامل کیا۔ کیا خوب آدمی تھے خدا مغفرت کرے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی اولاد اور خاندان کو خیر و برکت سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ آمین۔

ابتداء میں جو درویش قادیان میں ٹھہرے تھے اور یہاں

مستقل طور پر آباد ہو گئے تھے۔ وہ بڑی عمریں پا کر بوڑھے ہو کر وفات پاتے رہے۔ اُن وفات یافتگان میں متعدد درویش وہ ہیں جن کی آخری عمر میں خدمت دیکھ بھال اور وفات پر اُن کی اولاد اور رشتہ داروں میں سے کوئی نہیں آسکا۔ درویش چونکہ ایک برادری کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہی اپنے بوڑھے درویش بھائیوں کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ ان کے آرام کا خیال رکھنے کی سعادت نصیب ہوتی رہی۔ اور انکی وفات پر جنازہ تکفین۔ تدفین میں شریک ہوتے تھے۔ سب درویشوں کو یہ صدمہ اور غم ہوتا تھا۔ کہ ان کا ایک درویش بھائی اُن سے جدا ہو گیا ہے۔ اب جو تھوڑی تعداد میں درویش حین حیات ہیں۔ وہ بھی بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔

درویشوں نے اپنے ماں باپ۔ بھائیوں بہوں عزیز واقارب اور بعض نے ہمیشہ کیلئے اپنے بیوی بچوں کی جدائی قبول کی۔ دنیا و مافیھا کو خیر باد کہہ دیا۔ بہت دکھ درد۔ پریشانیوں۔ مصائب و مشکلات کا یہ دور تھا لیکن انہوں نے درویشی کو سینہ سے لگائے رکھا۔ جو وعدہ کیا تھا۔ اسے بطریق احسن نبھایا۔ یہ دور درویشی دو چار سال کا نہیں تھا۔ بلکہ دس، بیس، تیس، چالیس، پچاس سالوں پر ممتد ہوتا چلا گیا۔ بڑے صبر و سکون سے پچاس سال کا عرصہ گزار لیا۔ پائے ثبات متزلزل نہیں ہوئے۔ انہوں نے مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ کا کامل نمونہ پیش کیا۔ ان میں سے بہت تھوڑے رہ گئے ہیں۔ باقی سب واصل حق ہو کر بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را۔

درویشوں کا مقام

درویشوں کی صف میں شامل ہونا بھی قسمت والوں کے نصیب میں تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے مکتوب ۱۱ر مئی ۱۹۴۸ء میں تحریر فرمایا کہ:

"آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے۔ اور آپ کی اولادیں عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی۔ اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل بلاوجہ کسی کو نہیں چنتا۔"

(بحوالہ ماہنامہ الفرقان ربوہ درویشان قادیان نمبر اگست ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۳ء)

نیز حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے زمانہ درویشی کے پہلے جلسہ سالانہ پر ایک روح پرور پیغام ارسال فرمایا۔ جس میں حضرت صاحب نے فرمایا: "تم لوگ جن کو اس موقعہ پر قادیان میں رہنے کا موقعہ ملا ہے۔ اگر نیکی اور تقویٰ اختیار کرو گے تو تاریخ احمدیت میں عزت کے ساتھ یاد کئے جاؤ گے۔ اور آنے والی نسلیں تمہارا نام ادب و احترام سے لیں گی۔ اور تمہارے لئے دعائیں کریں گی۔ اور تم وہ کچھ پاؤ گے جو دوسروں نے نہیں پایا۔ اپنی آنکھیں نیچی رکھو۔ لیکن اپنی نگاہ آسمان کی طرف بلند رکھو۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا۔"

(بحوالہ ماہنامہ الفرقان ربوہ درویشان قادیان، نمبر، اگست، ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۳ء)

وہ بات جو دنیائے احمدیت کیلئے مسرت و انبساط کا باعث ہوگی اور تاریخ احمدیت میں خوشی اور فخر کے ساتھ سنہری حروف میں لکھی جائے گی یہ ہے۔ کہ صدق دل سے قربانی کرنے والے ان درویشوں کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جو دعائیں کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور قبول ہوئیں درویشوں کے نیکی اور تقویٰ کی زندگی بسر کرنے اور صدق و ثبات سے قادیان میں ٹھہرے رہنے کی بناء پر دور درویشی کو اللہ تعالیٰ نے تاریخ احمدیت میں درخشندگی بخشی۔ اور

درویشوں اور ان کی اولادوں کو زندہ جاوید بنا دیا۔

حضرت صاحب کی دعاؤں کے نتیجہ میں یہ خدا تعالیٰ کی برکات کے وارث ہوئے درویشوں نے اپنے آنکھوں سے بھی اللہ تعالیٰ کی برکات اور فضل اپنے اور اپنی اولادوں پر نازل ہوتے دیکھے ہیں۔ اولادیں دیندار، نیک نمونہ، نیک اطوار، سعادت مند ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں دینی و دنیاوی نعمتوں سے نوازا ہے۔ خیر و برکت سے وافر حصہ عطا کیا ہے۔ درویشوں کی اولادوں کو اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا ہے۔ دنیاوی لحاظ سے بلند مرتبے عطا کئے ہیں اور ثروت تونگری بھی۔ درویشوں کے بچے ملک کے اندر بھی اچھے طور پر بسر اوقات کر رہے ہیں اور کچھ بچے بیرونی ملکوں میں جا کر اچھی ملازمتیں اور کاروبار کر رہے ہیں۔ انہیں خوشحال زندگی بسر کرنے کے مواقع میسر ہیں۔ نیز درویشوں کی بہت سی بچیوں کے رشتے بیرونی ملکوں میں ہوئے ہیں۔ جو آسودہ اعلیٰ زندگی بسر کر رہی ہیں۔

یہ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ امام جماعت احمدیہ کی بارگاہ الٰہی میں دعاؤں کی قبولیت کے اثمار ہیں۔ انعامات و برکات ہیں جو ہر فرد جماعت کی نظر کے سامنے ہیں۔ اور ان سے بھی افزوں تر مستقبل میں ظاہر ہوں گے۔ کیونکہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے "آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور مسرت کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے اور آپ کی اولادیں عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی۔ اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی۔۔۔۔ "آنے والی نسلیں تمہارا نام ادب و احترام سے لیں گی۔ اور تمہارے لئے دعائیں کریں گی اور تم وہ کچھ پاؤ گے جو دوسروں نے نہیں پایا"۔

اے خدا درویشوں کی اولادوں کو نیکی اور تقویٰ سے زندگی بسر کرنے کی توفیق دے اور اے خدا تا ابد بے شمار رحمتیں نازل ہوتی رہیں۔ ہمارے پیارے آقا اور محسن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر جن کی دعاؤں کی بدولت درویشوں اور ان کی اولادوں کو اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا میں اقبال مند کیا اور سرفرازی بخشی ہے۔ آمین ثم آمین۔

دور خلافت ثالثہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات نومبر ۱۹۶۵ء میں ہوگئی۔ جماعت کو بیحد صدمہ ہوا۔ لیکن سب صبر و استقامت کا دامن تھامے رہے۔ اور دعاؤں میں لگے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کو خلیفہ مقرر فرمایا۔ آپ حضرت مسیح موعودؑ کے پوتے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بیٹے تھے۔ آپ اجداد کی فضیلتوں کے وارث تھے۔ دینی و دنیاوی علوم کے فاضل تھے۔ آپ کے سریر خلافت پر متمکن ہونے پر جماعتی امور پھر احسن طور پر انجام پانے لگے۔ آپ نے درویشان قادیان کے اصلاح حالات کی طرف بھی خاص توجہ فرمائی۔ آپ اس پر آشوب دور میں درویشوں کے قادیان میں مستقل مزاجی سے ٹھیرے رہنے پر اُن کی بہت قدر کرتے تھے۔ اور اکناف عالم کی احمدی جماعتوں کو تحریک فرمایا کرتے تھے کہ آپ کی نیابت میں قادیان کی آبادی کیلئے درویشوں نے اپنی خدمات پیش کی ہوئی ہیں اس لئے جماعتوں اور احمدیوں کی ذمہ داری ہے کہ درویشوں کی ضروریات کا خیال رکھیں۔ اور ان کیلئے فنڈز مہیا کریں۔ جب قادیان کے درویش انفرادی طور پر یا جلسہ سالانہ ربوہ میں شمولیت کیلئے قافلے کی صورت میں جاتے۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ان درویشوں کے قیام و طعام کا خاطر خواہ انتظام کرواتے۔ سب سے ملاقات فرماتے۔ سب کے حالات دریافت کرتے۔ درویشوں کے اہل و عیال

سے بھی ملتے۔ سب کی مالی امداد فرماتے۔ تحائف بھی دیتے۔
حضرت صاحب اپنے ساتھ درویشوں کی اجتماعی دعوت طعام کا بھی انتظام کراتے۔ درویشوں کی فلاح وبہبود اور راحت وآرام کا ہر طرح خیال رکھتے تھے۔ درویشوں اور ان کے اہل وعیال کو بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے والہانہ محبت تھی۔ لیکن الٰہی نوشتے پورے ہونے کا وقت آگیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث جون ۱۹۸۲ء میں ہمیں غمزدہ چھوڑ کر مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

دور خلافت رابعہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی وفات پر مجلس انتخاب منعقد ہوئی۔ جس نے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کو خلیفہ منتخب کیا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے فرزند ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی روحانی ودنیاوی علوم اور فہم وفراست سے نوازا ہے۔ آپ دنیا کے عظیم المرتبت روحانی پیشوا ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کے ساتھ عالمگیر جماعت احمدیہ کی قیادت فرمارہے ہیں۔ اللّٰھم اید امامنا بروح القدس وبارك لنا في عمره وامره۔ آپ کو بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی طرح درویشان قادیان کی عظیم قربانیوں کا احساس ہے۔ حضرت صاحب قادیان جلسہ سالانہ ۱۹۹۱ء میں تشریف لائے تھے۔ حضرت صاحب نے خطبہ جمعہ ۱۰/جنوری ۱۹۹۲ء مسجد اقصیٰ قادیان میں بیان فرمایا۔ ”وہ ہمارے قربانی دینے والے جو بھائی ایک لمبے عرصہ سے ان مقدس مقامات کی حفاظت کر رہے ہیں ہم ان کے دل کی گہرائیوں سے ممنون ہیں۔ اور اُن کو یقین دلاتے ہیں کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی احمدی بستا ہے۔ وہ آپ کی قدر کرتا ہے۔ آپ کو عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔“

حضرت صاحب جب قادیان سے واپس تشریف لے گئے تو ۱۷/جنوری ۱۹۹۲ء خطبہ جمعہ بمقام مسجد فضل لندن میں فرمایا: ”درویشوں نے اور بعد میں آکر بسنے والوں نے اتنی بڑی قربانی دی ہے کہ وہاں پہنچ کر اندازہ ہوتا ہے دور بیٹھے اس کی باتیں سن کر آپ کو تصور نہیں ہو سکتا کہ کتنے محدود علاقے میں رہ کر انہوں نے ساری زندگیاں ایک قید میں کاٹی ہیں۔ اور اپنے دنیاوی مفادات کو ایک طرف پھینک دیا۔ قربان کر دیا۔ اور مقامات مقدسہ کی حفاظت اور اُن کی نگہبانی کیلئے اپنی اپنے بچوں اپنی بیگمات کی زندگیاں قربان کیں۔ بہت ہی عظیم الشان قربانی ہے۔ اُس کا بھی حق ہے۔ اس لئے ساری دنیا کی جماعتوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ان کے حالات کو بہتر بنانے کیلئے بھرپور کوشش کریں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بصرہ العزیز درویشوں اور بعد میں قادیان آکر بسنے والوں کی بہت عزت واحترام فرماتے ہیں۔ اور عیدین، جلسہ سالانہ، سردیوں کے موسمی اخراجات و دیگر مواقع پر ان کی مالی امداد فرماتے ہیں۔ اور دیگر ضرویات بھی پوری کرتے ہیں۔ جو درویش ان کی اولادیں، دوسرے احمدی گھرانے جب ذاتی مکان بنانے کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔ حضرت صاحب انہیں معقول مالی امداد عطا فرماتے ہیں۔ اس طرح کئی احباب اپنے مکان بنا کر اُن میں منتقل ہو گئے ہیں۔

حضرت صاحب کے ارشاد پر کئی نوجوانوں کو کاروباری قرضے دیئے گئے ہر سال جلسہ سالانہ برطانیہ میں شمولیت کی غرض سے قادیان سے نمائندے بھیجنے کا بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ اس طرح بہت سے دوسرے دوست بھی جلسہ سالانہ

میں شمولیت کیلئے اور حضرت صاحب کی زیارت و ملاقات کیلئے لندن جاتے ہیں۔ ان کے قیام وغیرہ کا خاطر خواہ انتظام ہوتا ہے۔ اور حضرت صاحب انہیں تحائف بھی عطا فرماتے ہیں۔

حضرت صاحب نے قادیان میں احمدیہ ایریا سے ملحقہ بیوت الحمد کالونی بھی تعمیر کروائی۔ جو ۳۷ کوارٹروں پر مشتمل ہے۔ اور اس میں درویشوں اور ان کے اہل و عیال۔ بیواؤں کو آباد کیا۔

درویشی کا دور ۱۶؍ نومبر ۱۹۴۷ء کو شروع ہوا تھا۔ اس وقت تین سو تیرہ درویش قادیان میں مقیم ہو گئے تھے۔ اب زمانۂ درویشی کے باون سال گزر چکے ہیں۔ انمیں سے اکثر وفات پا گئے ہیں اور اب چالیس پنتالیس درویش حین حیات ہیں۔ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں خیریت سے رکھے۔ اور حضرت صاحب کی دعائیں ان کے شامل رہیں۔ اور حضور کا سایہ درویش بھائیوں، انکی اولاد، قادیان کے احمدی احباب پر قائم دائم رہے۔ آمین۔ (بشکریہ "بدر" ۲۱؍ اکتوبر ۹۹ء)

رسالہ مشکوٰۃ کو قلمی تعاون کی ضرورت ہے۔ اہلِ علم حضرات اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں۔ (ایڈیٹر مشکوٰۃ)

درخواست دعا

خاکسار کی خوشدامنہ صاحبہ لعلیہ محترم ملک نذیر احمد صاحب درویش مرحوم ۶ ماہ سے فالج میں مبتلا ہیں۔ کامل و عاجل شفایابی کے لئے تمام قارئین کرام سے درخواست دعا ہے۔

(زین الدین حامد)

NAVNEET JEWELLERS

Ph. (S) 70489
(R) 70233, 70847

CUSTOMER'S SATISFACTION IS OUR MOTTO

FOR EVERY KIND OF GOLD & SILVER ORNAMENTS

(All Kinds of *rings* & *"Alaisallah"* rings olso sold here)

Navneet Seth, Rajiv Seth
Main.Bazzar Qadian

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"
(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

WARRAICH CALL POINT

WARRAICH CALL POINT

NATIONAL & INTERNATIONAL CALL OFFICE

Fax Facility Sending & Recieving Here

Fax open in 24 Hours.

OWNER :
MEHMOOD AHMAD NASIR
Moh. : Ahmadiyya, Qadian - 143516

Ph. : 0091 - 1872 - 72222
Fax : 0091 - 1872 - 71390
Ph. (R) : 0091 - 1872 - 70286

من الظلمات الی النور

(اندھیروں سے اجالے کی طرف)

از محترم حافظ اسلام الدین صاحب

(اس شمارہ میں محترم حافظ اسلام الدین صاحب کے قبول احمدیت کے دلچسپ وایمان افروز واقعات قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔ محترم موصوف اس وقت خادم مسجد مبارک کے طور پر خدمت کی سعادت پا رہے ہیں۔ زیر نظر مضمون عزیزم مکرم شیخ محمد زکریا متعلم جامعہ احمدیہ قادیان کے پرخلوص تعاون سے قلمبند کیا گیا ہے۔ جزاہم اللہ)

1974ء میں پاکستان میں احمدیوں کے خلاف جو مخالفت شروع ہوئی اور اسکا اخبارات اور ریڈیو وغیرہ میں کافی چرچا ہوا۔ اس وقت مجھے احمدیت کی طرف توجہ ہوئی۔ کیونکہ ہمارے علاقہ میں کوئی احمدی گھر نہیں تھا۔ اور نہ ہی تحصیل میں۔ اور احمدی احباب سے میرا کوئی میل جول نہ تھا۔ ۱۹۷۴ء میں جب پاکستان کی قومی اسمبلی اور عدالت علیاء نے یہ فیصلہ کیا کہ احمدی غیر مسلم ہیں۔ چونکہ میں اپنے علاقے کا امام تھا۔ اور میرا کام جمعہ نکاح، جنازہ، ختم وغیرہ پڑھانا تھا۔ اس وجہ سے مجھے ہر وقت لوگوں کے درمیان رہنا ہوتا تھا۔ توجب بعض غیر احمدیوں نے سوال کیا کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ "احمدی غیر مسلم ہیں" اس کی کیا حقیقت ہے۔ چونکہ مجھے احمدیت کے متعلق کوئی علم نہ تھا۔ تو میں سنی سنائی بات جس طرح سے عام لوگ کہہ دیتے ہیں کہ احمدیوں کا کلمہ علیحدہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیینؐ نہیں مانتے اسی طرح قرآن مجید میں انہوں نے کچھ تحریف کی ہوئی ہے۔ میری اس قسم کی بے بنیاد باتیں سُن کر لوگ میری خوب تعریف کرتے تھے گویا میں خوب علم رکھتا ہوں۔ مگر جب میں یہ باتیں لوگوں سے کرتا تھا تو مجھے میرا نفس سخت ملامت کرتا تھا کیونکہ اس سے پہلے میں ایک احمدی دوست جو لاہوری فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اور جموں کا رہنے والا تھا۔ ان کا اسم گرامی چوہدری غلام مصطفی تھا اُن سے مل چکا تھا۔ اور یہ قرآن مجید کی تلاوت پر نماز کے بعد باواز بلند کرتے تھے اور اس کا ترجمہ بھی کرتے تھے نماز میرے پیچھے ادا کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ میں احمدی ہوں مگر مجھے انہوں نے کوئی تبلیغ نہیں کی تھی۔ اس وجہ سے میں جب احمدیت کے خلاف کوئی بات کرتا تھا لوگوں کے اصرار پر تو مجھے سخت تکلیف ہوتی تھی۔ اور میرا نفس مجھے بڑی شدت سے احساس دلاتا تھا کہ جس احمدی کو میں نے دیکھا ہے وہ تو نماز قرآن کلمہ وغیرہ سب کچھ پڑھتا ہے۔ یہ غیر مسلم کیوں کر ہو سکتا ہے۔

اس اثنا میں ایک احمدی لڑکی جو قادیان سے شادی ہو کر علاقہ پونچھ جماعت لہار کہ سے میرے گاؤں آئی ہوئی تھی۔ اسکا تقرر بطور گورنمنٹ استانی ہمارے گاؤں میں ہوا اور یہ دونوں میاں بیوی اچانک مجھے ملے اور میں ایک گھر میں ختم پڑھانے کے لئے گیا ہوا تھا۔ چنانچہ ختم کے دوران میرے کچھ ساتھیوں نے ادھر اُدھر کی باتیں شروع کیں۔ تو اس عورت نے جو استانی تھی ٹوکا اور اس سے مجھے کافی تکلیف ہوئی میں نے

ان سے پوچھا کہ یہ تو کوئی گناہ کی بات نہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ ختم پڑھ رہے ہیں۔ اس میں خدا کا ذکر ہو رہا ہے اس میں دنیاداری کی باتیں کرنا مناسب نہیں۔ ختم پڑھنے کے بعد میں نے اس استانی سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئی ہیں۔ کیوں کہ اس سے پہلے مجھے کسی نے نہیں ٹوکا اور اسکے ساتھ ہی مجھے کچھ شبہ سا پڑا کیونکہ انکے میاں علاقہ کی زبان بولتے تھے اور یہ اردو بولتی تھی اس پر انہوں نے جواب دیا کہ میں امروہا کی ہوں تفصیل سے گفتگو ہوئی اور انکے میاں نے ان سے منع کیا کہ آپ بات ہی نہ کریں۔ کیونکہ اس سے پہلے انکی ہمارے ہی علاقہ میں کسی دوسری جگہ تقرری ہوئی تھی تو گھر والوں کو یہ معلوم ہونے پر کہ یہ احمدی ہیں ان دونوں کو گھر سے رات کو نکال دیا تھا۔ سردی کے ایام میں کھلے آسماں کے نیچے انہوں نے بیٹھ کر رات گزاری اسی خوف کے پیش نظر ان کے میاں اپنے احمدی ہونے کے اظہار پر روکتے تھے۔ چنانچہ خاکسار نے اصرار سے پوچھا کہ آپ کو اسقدر مذہبی معلومات کس طرح سے ہیں۔ تو انہوں نے ڈرتے ڈرتے مجھے بتایا کہ میں احمدی ہوں اور قادیان سے شادی ہو کر یہاں آئی ہوں تو مجھے بہت خوشی ہوئی۔ کیونکہ میں دل سے چاہتا تھا کہ کوئی احمدی ملے میں نے ان سے کلمہ سنا قرآن مجید کی بعض آیات کا ترجمہ پوچھا تو انہوں نے صحیح جواب دیا مجھے کچھ اور دل میں جستجو پیدا ہوئی۔ مگر چونکہ ان کے میاں تفصیل سے بات کرنے سے ڈرتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنے کسی مولوی سے ملائیں یا مجھے قادیان کا پتہ دیں میں قادیان جانا چاہتا ہوں اس پر انہوں نے کہا کہ ہاں میں اپنے مولوی سے آپ کو ملاتی ہوں کئی روز تک انتظار کیا چنانچہ ایک روز یہ انہوں نے یہ پیشکش کی کہ آپ کو قادیان بھجوا دیتے ہیں۔ میں تیار ہو گیا اور ان کے میاں کو ساتھ لیکر قادیان آگیا۔ میں نے قادیان آنے سے پہلے تین باتیں اپنے دماغ میں سوچی تھیں۔ اول یہ کہ میں نے سنا ہوا تھا کہ قادیانیوں کا کلمہ علیحدہ ہے، دوم یہ کہ انکا قرآن ۴۰ پارے کا ہے، سوم یہ کہ انہوں نے جنت اور دوزخ قادیان میں بنایا ہوا ہے۔

سب سے پہلے جب میں قادیان پہنچا تو عصر کی اذان ہو رہی تھی۔ میرا پہلا جو شبہ تھا وہ دور ہو گیا یعنی کلمہ۔ پھر مغرب کی نماز پڑھی عشا اور فجر کی نماز پڑھی قرآن مجید سنا۔ فجر کے بعد دل سے میں نے یہ طے کیا کہ احمدیت سچی ہے۔ اس کے بعد محترم مولوی بشیر احمد صاحب خادم سے میری ملاقات ہوئی انہوں نے نہایت ہی عمدہ رنگ میں مجھے سمجھایا خاص طور سے وفات مسیح اور ختم نبوت اور امام مہدی کی آمد کے متعلق بڑی وضاحت کے ساتھ انہوں نے مجھے سمجھایا قریباً دو روز تک مجھے محترم مولوی صاحب تبلیغ کرتے رہے۔ اسی اثنا میں میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے گھر میں ہوں اور جو ہمارے ہاں پانی کا چشمہ ہے وہاں پر مجھے سخت پیاس لگی ہوئی ہے۔ اور میں پانی پینا چاہتا ہوں۔ بہت سارے اجنبی لوگ ہیں جس میں سے کسی کو بھی میں نہیں جانتا وہ بڑی خلوص سے اور پیار سے مجھے پانی کے چشمہ کی طرف پینے کے لئے لے جاتے ہیں پانی پینے کے بعد میں ان سے پوچھتا ہوں۔ آپ لوگ کون ہیں۔ چنانچہ خود میرے دل میں یہ یقین ہو جاتا ہے کہ یہ احمدی لوگ ہیں۔ صبح یہ خواب میں نے مولوی بشیر احمد صاحب کو سنائی چونکہ آپ نے مجھے دعا کرنے کے لئے خاص طور سے تاکید کی تھی تو میری یہ خواب سننے کے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ نے آپ پر حق ظاہر کر دیا ہے۔ چنانچہ میں نے مولوی بشیر احمد صاحب خادم کے ذریعہ بیعت کر لی اسکے بعد میں تقریباً ایک ماہ تک قادیان

میں ٹھہرا رہا۔ اپنے عزیز و اقارب کو اپنے قبول احمدیت کی اطلاع دے دی تھی۔ چنانچہ مارچ ۷۷ کو جب میں قادیان سے واپس اپنے گھر گیا تو میرے تمام رشتہ دار ہمارے گھر پہ اکٹھے ہو گئے۔ قادیان سے بہت سارے جماعتی لٹریچر لیکر گیا تھا سب سے پہلے میری تلاشی لی اور لٹریچر اور سب کتابیں اچھی طرح دیکھیں اور اسکے بعد کہا کہ آپکے قادیان جانے کے بعد اس علاقے میں پیر صاحب آئے تھے اور انہوں نے ہمیں یہ ایک خط لکھ کر دیا ہے وہ خط جب مجھے سنایا گیا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ قادیانی لوگ ختم نبوت کے منکر ہیں انکا کلمہ علیحدہ ہے کتاب براہین احمدیہ کو یہ لوگ قرآن کا درجہ دیتے ہیں۔ اور جو انکی جماعت میں شامل ہے اسکے لئے جمہور علماء کا یہ فیصلہ ہے کہ اسکو قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ لوگ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہیں اور ارتداد کی سزا قتل ہے۔ اور پھر کہا کہ آپ اگر یہ لکھ کر دیں کہ نعوذ باللہ مرزا صاحب جھوٹے ہیں اور قادیانی عقیدہ سے توبہ کرلیں تو آپکی وہی عزت جو اس سے پہلے تھی قائم رہے گی۔ کیونکہ اس سے پہلے میں اپنے علاقے کا امام تھا ختم پڑھانا نکاح پڑھانا جنازہ اور جمعہ پڑھانا میرا کام تھا سب نے یک زبان یہ کہا کہ اگر آپنے توبہ نہ کی تو ہم آپکو جان سے مار کر اس سامنے والے دریا میں پھینک دیں گے۔ چنانچہ میں نے کہا مجھے کچھ موقعہ آپ بات کرنے کا دیں تو مجھے انہوں نے کہا کہیں آپ جو کہنا ہے۔ تو میں نے جو غلط باتیں احمدیت کی طرف منسوب کی جاتی ہیں انکی تردید کی اور بتایا کہ وہ لوگ کلمہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ ٹھیک پڑھتے ہیں۔ اور قرآن عام مسلمان کی طرح پڑھتے ہیں۔ روزہ نماز زکوۃ اور حج وغیرہ تمام احکام بجا لاتے ہیں۔ یہ بات میں نے کہی تھی کہ کسی نے پیچھے سے میری گردن پر زور سے مکہ مارا اور میں گر گیا۔ کچھ عرصہ ایسا لگا کہ کچھ بے ہوشی سی ہو گئی ہے۔ لیکن میرے ہوش و حواس قائم تھے۔ میں اٹھا تو میرے تمام رشتہ دار جا چکے تھے صرف میرے ایک بھائی میرے پاس کھڑے تھے انہوں نے مجھے کہا کہ یہ فیصلہ ہوا ہے کہ ہم آپکو جان سے مار دیں گے مجھے اللہ نے اتنی ہمت دی اور میں نے بڑی دلیری سے کہا کہ زندگی اور موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے مرنا تو ہے ہی۔ لیکن میری موت آپ لوگوں کے لئے ایک مصیبت بن جائے گی کیونکہ میں جس جماعت میں شامل ہوا ہوں وہ اللہ کے فضل سے ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور جماعت کا ہر فرد جس ملک میں رہتا ہے اس کا نہایت صدق دل سے وفادار ہوتا ہے۔ ہم جس ملک ہندوستان میں رہتے ہیں سیکولر ہے یہاں کسی مذہب کو بالادستی حاصل نہیں ہے۔ اس لئے میرا مرنا آپ لوگوں کو کافی مہنگا پڑے گا اس پر سب لوگ مجھے ایک کمرہ میں بند کر کے چلے گئے چونکہ میری بیوی اس سے پہلے جا چکی تھی۔ کیونکہ اس علاقے میں ایک پیر صاحب آتے تھے۔ انہوں نے یہ فتوی دیا تھا کہ یہ نکاح ٹوٹ چکا ہے۔ لہذا یہ آزاد ہے۔ جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے۔ چنانچہ میری بیوی کا بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح کر دیا گیا۔ اور دو بیٹیاں جو خاکسار کی تھیں انکو بھی اپنے ننھیال میں زبردستی رکھوا دیا گیا۔ مجھے قریباً ۳ روز تک ایک کمرہ میں بند رکھا اور اس عرصہ میں خاکسار بیمار ہو گیا اس بہانے میں اپنے گاؤں سے نکل کر قریب کی جماعت بڑھانوں پہنچا جو میرے گھر سے ۵۰ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ جماعت احمدیہ بڑھانوں نے ضلع کے افسران سے مل کر میرے مطابق بات کی چنانچہ جو مار پیٹ اور قید و بند کا سلسلہ تھا ختم ہو گیا مگر اس کے بعد سوشل بائیکاٹ اور حضرت مسیح موعودؑ کو گالیاں دینا میرے رشتہ داروں کا ایک معمول بن گیا اس سے تنگ آکر میں پھر قادیان آگیا اور یہاں پر

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے

قسط دوم

تعارف براہین احمدیہ

﴿عطاالٰہی احسن غوری قادیان﴾

قرآن مجید کسی بھی صداقت کو زبردستی نہیں منواتا بلکہ پہلے اس کی ضرورت اور وجوہات بتاتا ہے اور ہر ایک مطلب کو دلائل کے ذریعہ ثابت کرتا ہے اور ہر ایک اصول کی حقیقت پر واضح دلائل دیتا ہے۔ اس کے برخلاف دوسری کتابوں میں خدا کی ذات کے خلاف بے بنیاد باتیں لکھی ہیں۔ پس اظہار حقیقت اور لوگوں کی رہنمائی کے لئے آپ علیہ السلام نے یہ کتاب میں تحریر فرمائی۔

دوم :۔ حضور علیہ السلام نے اس میں ان لوگوں سے جو اس کتاب کے رد میں لکھنا چاہیں فرمایا ہے کہ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی الہامی کتاب سے ہی دلائل پیش کریں اور میرے دلائل کو توڑیں اور جو کسی الہامی کتاب پر یقین نہیں رکھتے وہ نمبروار میرے دلائل کو توڑیں۔ اور ساتھ ہماری دلیل بھی بالفاظہ نقل کریں تاکہ قاری پر یہ کھل جائے کہ کس کی دلیل زیادہ قوی ہے۔

سوئم :۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس طرح میں نے قرآن مجید سے ہی دلائل لئے ہیں اور اپنی طرف سے اور اپنے قیاس سے کوئی دلیل پیش نہیں کی اس طرح وہ جو اس کا رد لکھنا چاہے ان پر واجب ہے کہ وہ بھی اپنی کتاب کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے اپنی ہی کتاب سے دلیل پیش کرے۔ اور اس کی صریح جو تحریر ہے وہ بھی پیش کرے جس طرح میں نے قرآن مجید کی آیتیں لکھی ہیں۔

چہارم :۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس طرح میں نے اس کتاب میں کسی مذہب اور اس کے پیغمبر کی تحقیر نہیں کی اور ان کی شان میں کوئی کلمہ تحقیر اور بے ادبی اور استہزاء کا استعمال نہیں کیا اسی طرح ان پر بھی واجب ہے کہ وہ بھی جب اس کے رد میں کچھ لکھنا چاہیں تو وہ کوئی بھی کلمہ گستاخی یا بے ادبی کا استعمال میں نہ لاویں۔ اور ایسا تحریر کریں جو سراسر تہذیب پر مبنی ہو۔

ان شرائط کے بیان کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ یہ امت وہ امت ہے جس کے جلال اور شان و شوکت پر کبھی کوئی اثر انداز نہ ہو سکا۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"یہ وہ برگزیدہ قوم ہے کہ جس کے اقبال کی انہیں کے زمانہ میں آزمائش ہو چکی ہے وہ اقبال نہ بت پرستوں کے روکنے سے رکا اور نہ کسی اور مخلوق پرست کی مزاحمت سے بند رہا۔ نہ تلواروں کی دھار اس کی شان و شوکت کو کاٹ سکی نہ تیروں کی تیزی اس میں کچھ رخنہ ڈال سکی۔ وہ جلال ایسا چمکا جو اسکا حسد کتنوں کا لہو پی گیا۔ وہ تیر ایسا لہرا سا جو اس کا چھوٹا کئی کلیجوں کو کھا گیا۔ وہ آسمانی پتھر جس پر پڑا اسے پیس ڈالتا رہا اور جو شخص اس پر پڑا وہ آپ ہی پسا گیا۔"

(براہین احمدیہ جلد دوم ص ۱۰۶)

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برگزیدہ اور سچے نبی ہیں۔ ان کی سچائی کے لئے یہی دلیل کافی ہے جو قرآن مجید نے بیان فرمائی ہے :-فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُم عُمراً مِنْ قَبْلِه اَفَلا تَعقِلُون اس کے علاوہ کس طرح آنحضرت ﷺ اپنے دعویٰ نبوت پر باوجود صدہا اعتراضات و خطرات اور دشمنوں کے آخری وقت تک قائم رہے۔ کیا دنیا کمانے کے یہی طریق ہیں کہ سب کو اپنا دشمن بنالیا جائے ؟ لیکن آنحضرت صلی اللہ علی وسلم نے محض توحید کی خاطر صدہا مشکلیں برداشت کیں اور کسی ایک فرقہ سے بھی پیوند نہ رکھا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس زمانہ میں مبعوث ہوئے وہ زمانہ بھی اس بات کا تقاضا کرتا تھا کہ ایک مصلح کو آنا چاہئے ... کیونکہ اس وقت تمام افراد زمین بگڑ چکے تھے۔ قرآن مجید اس نقشہ کو یوں بیان فرماتا ہے "ظَهَرَ الفَسادُ فِى البَرِّ والبحر" پس یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی ایک بڑی دلیل ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ جو کتاب لائے وہ بھی افضل کتاب ہے۔ اس میں جو تعلیم دی گئی وہ بھی سچی اور ایسی تھی کہ جس کی نہایت ضرورت تھی۔ اور اس کتاب نے لاکھوں سینوں پر لاالٰہ الا اللہ کا نقش جمادیا۔ نجات کا مدار توحید پر ہے اور قرآن ہی ایسی کتاب ہے جو توحید کو پورے طور پر انسان کے اندر قائم کرتی ہے۔ اس کتاب کے چھ فوائد ہیں :-

اوّل :- یہ کتاب ناقص البیان نہیں ہے۔

دوم :- یہ کتاب تین سو محکم اور قوی دلائل پر مشتمل ہے۔

سوم :- تمام مخالفوں یہودی، عیسائی، مجوسی، آریہ، برہمو، بت پرست، دہریہ، طبعیہ، اباحتی، لامذہب سب کے شبہات اور وساوس کا اس میں جواب ہے۔ اور صرف جواب ہی نہیں بلکہ قرآنی تعلیم کی افضلیت کو ثابت کیا گیا ہے۔

چہارم :- قرآنی اصول اور مخالفین کے اصولوں میں فرق دکھلا کر باطل کے بطلان حقیقت کی حقانیت کو ظاہر کیا گیا ہے۔

پنجم :-اس کتاب کو پڑھنے سے قرآنی حقائق اور معارف کھلیں گے۔

ششم :- حضور فرماتے ہیں کہ اس میں مضمون کو نہایت لطافت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے مطالعہ سے علوم میں ترقی اور فکر میں پختگی اور سچائی کو پہچاننے کا ملکہ پیدا ہوگا اور ساتھ حقیقت دریافت کرنے کے لئے کامل استعداد جاگے گی۔

براہین احمدیہ جلد سوم

اس جلد کی ابتداء میں حضرت اقدس علیہ السلام نے مسلمانوں کو اس بات کی طرف متوجہ کیا ہے کہ وہ گورنمنٹ انگریزیہ جس کے سایہ کے نیچے وہ باآسانی جی رہے ہیں اور دینی کام کر رہے ہیں کے لئے اپنی وفاداری ثابت کریں اور اس گورنمنٹ ممدوحہ سے کسی قسم کا بغض اور دشمنی نہ رکھیں کیونکہ یہ قرآن کریم کا بیان کردہ اصول ہے کہ اس حکومت کے نیچے جس میں مسلمان اپنے امور دینیہ بآزادی بجالا سکیں اور چین اور امن سے رہیں، سے جہاد کرنا حرام ہے اور اس مسئلہ پر سب کا اتفاق ہے۔

اس ضمیمہ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن مجید کی حقیت ثابت کرنے کے لئے براہین کی ابتداء کرتے ہیں :-

اوّل :- اندرونی شہادتیں۔ اس سے مراد کتاب کے ذاتی کمالات ہیں۔

دوم :- بیرونی شہادتیں :- : "بیرونی شہادتوں سے وہ واقعات خارجیہ مراد ہیں جو ایک ایسی حالت پر واقعہ ہوں کہ جس حالت پر نظر کرنے سے کسی کتاب کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہو۔

ایک شخص جو ایسے زمانے کے متعلق اطلاع دے جسکو اس نے نہیں پایا اور کوئی خارجی ذریعہ بھی علم کا اسے حاصل نہ ہو تو اس کے متعلق یہ کہنا درست ہے کہ وہ امور غیبیہ کی اطلاع دے رہا ہے۔ ایسا شخص جو کلی ناخواندہ اور کبھی عالموں کی صحبت میں نہ بیٹھا ہو اور حرف بھی فلسفہ اور منطق نہ پڑھا ہو اور وہ ایسا مجموعہ دقائق کا پیش کرے جو اعلیٰ ہو اور اس کی اسے طاقت اور استعداد نہ تھی اور نہ اس سے پہلے کسی حکیم نے اسے پیش کیا تو یہ بھی امور غیبیہ سے ہیں۔ اور امور غیبیہ منجانب اللہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ بات بداہت عقل سے ثابت ہے کہ غیب کا دریافت کرنا انسانی عقل سے باہر ہے۔

سوم :- حضور فرماتے ہیں : "جو چیز محض قدرت کاملہ خدائے تعالیٰ سے ظہور پزیر ہو۔ خواہ وہ چیز اس کی مخلوقات میں سے کوئی مخلوق ہو۔ اور خواہ وہ اس کی پاک کتابوں میں سے کوئی کتاب ہو۔ جو لفظاً اور معناً اسی کی طرف سے صادر ہو۔ اس کا اس صفت سے متصف ہونا ضروری ہے کہ کوئی مخلوق اس کی مثل بنانے پر قادر نہ ہو۔"

یہاں پر حضور علیہ السلام نے ایک طویل حاشیہ کی ابتداء کی ہے۔ جو کہ چوتھی جلد کے اختتام تک جاری ہے۔ پس سب سے پہلے اس حاشیہ کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔ قرآن کے خدا کے کلام ہونے کی دلیل کے مقابل پر مخالف یہ وسوسہ پیش کرتے ہیں اکہ انسانی کلام اور خدا کے کلام میں استعمال شدہ الفاظ مشترک ہیں اور اسطرح سے حروف اور الفاظ مفردہ میں شراکت انسان کی خدا کے ساتھ لازم آتی ہے۔

اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

(۱) حروف اور الفاظ مفردہ بھی انسان نے اپنی عقل سے ایجاد نہیں کئے بلکہ اسے خدا تعالیٰ نے سکھائے ہیں۔

(۲) یہ مشارکت نہیں بلکہ بعینہ ایسی بات ہے کہ مٹی جو خدا کی مخلوق ہے انسان اس سے برتن بناتا ہے لیکن اس سے اسکا شریک ہونا ثابت نہیں۔ یہ تو تب ہو گا جب انسان بھی مٹی سے حیوانات اور نباتات اور جواہرات بنا کر دکھلائے۔ انسان خدا کا مقابلہ نہیں کر سکتا وہ تو چھوٹے کیڑوں سے بھی مقابلہ کرنے میں قاصر ہے۔

(۳)(اصل تحریر)"اور اس بات کو بخوبی یاد رکھے کہ یہ عناصر کلام کے ہیں جو خدا کی طرف سے ہیں۔ انسان بھی ان کو اپنے استعمال میں لاتا ہے اور خدا بھی۔ لیکن فرق یہ ہے کہ خدا کی کلام میں جو لفظاً و معناً خدا کی کلام ہے وہ الفاظ اور فقرات ایسی ترتیب محکم اور پر حکمت سے اور کمال موزونیت اور اعتدال سے اپنے اپنے محل پر موضوع ہوتے ہیں۔ جیسے سارے کام خدا کے جو دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ کمال موزونیت اور اعتدال اور رعایت حکمت سے ہیں۔ انسان کو اپنی انشاء میں وہ مرتبۂ خدائی کا حاصل نہیں ہو سکتا۔ جیسا دوسرے تمام کاموں میں حاصل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام کفار قرآن شریف کے مقابلہ پر باوصف دعویٰ فصاحت اور بلاغت اور ملک الشعراء کہلانے کے زبان بند کئے بیٹھے رہے اور اب بھی خاموش اور لاجواب بیٹھے ہیں اور یہی خاموشی ان کی عجز پر گواہی دے رہی ہے۔"(ص ۱۵۶)

﴿جاری﴾

محترم مولوی بشیر احمد صاحب دہلوی سابق ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان کا ذکر خیر

(از شیخ عبد الحمید صاحب عاجز درویش قادیان)

محترم بشیر احمد صاحب دہلوی مرحوم لمبے عرصہ کی بیماری کے بعد جنوری ۲۰۰۰ء میں لنڈن میں وفات پائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے بیٹے عزیز عابد احمد صاحب نے ہمت کر کے اُن کا تابوت قادیان لانے کا انتظام کیا۔ اور مرحوم بہشتی مقبرہ قادیان میں آسودہ خاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کے جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

جولائی ۱۹۹۸ء کو جب خاکسار جلسہ سالانہ یو کے میں شمولیت کیلئے لنڈن گیا تھا تو ان کے بیٹے عزیز حامد احمد صاحب کے ہمراہ محترم مولوی صاحب کو ہسپتال میں دیکھنے بھی گیا تھا۔ اس وقت آپ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھے۔ آپ کو دیکھ کر آپ کی صحت کے زمانہ کے مناظر نظروں کے سامنے گزرے۔ جبکہ موصوف ہزار ہا لوگوں کے اجتماع میں پروقار عالمانہ انداز میں تقریر کیا کرتے تھے اور آیات قرآنی کی برموقع تلاوت کے ساتھ ساتھ ویدوں کے شلوک پڑھ کر بھی اپنی تقریر کو سجایا کرتے تھے۔ آپ نے سنسکرت کی تعلیم کچھ عرصہ بنارس میں رہ کر حاصل کی تھی۔

تقسیم ملک ۱۹۴۷ء کے زمانہ میں آپ دہلی میں بطور مبلغ مقیم تھے قادیان کے جلسہ سالانہ دسمبر ۱۹۴۸ء کے موقعہ پر آپ پولیس ascort کا انتظام کر کے ہندوستان کے قریباً ایک سو احمدی افراد کا قافلہ اپنے ہمراہ جلسہ میں شامل ہونے کو لائے تھے۔ ۱۹۵۰ء میں قادیان میں حالات قدرے سازگار ہونے پر خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے منشاء کے مطابق درویشان کے اہل و عیال کو جو مجبوری حالات میں نقل مکانی کر چکے تھے پاکستان سے واپس قادیان بلوانے کی کاروائی کا آغاز کیا گیا۔ ۲۶ افراد کا پہلا قافلہ گیارہ فیملیز پر مشتمل تھا جس نے پرمٹ سسٹم، کے ماتحت ہر دو حکومتوں کی منظوری سے آنا تھا۔ چنانچہ اس تعلق میں خاکسار جون ۱۹۵۱ء میں دہلی گیا تو وہاں جا کر محترم مولوی صاحب مرحوم کی معیت میں شری اجیت پرشاد جین وزیر بحالیات اور جناب رفیع احمد صاحب قدائی سے ملاقات کر کے کوشش کی گئی اور احمدیہ فیملیز کا پہلا گروپ جولائی ۱۹۵۱ء میں قادیان آسکا۔ ۱۹۵۷ء میں احمدیہ ایریا کے مکانات کے تعلق میں محکمہ کسٹوڈین کے نوٹس اور صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جائدادوں کی بحالی کے سلسلہ میں جماعت کے مرکزی وفد کی سابق وزیر اعلیٰ پنڈت جواہر لال نہرو سے 30.4.58 کو ملاقات ہوئی مکرم مولوی صاحب مرحوم بھی بطور ممبر اس وفد میں شامل تھے۔ ۱۹۶۵ء کے ہندوپاکستان جنگ کے زمانہ میں مکرم مولوی صاحب مرحوم کلکتہ میں بطور مبلغ انچارج مقرر تھے۔ خاکسار بطور ناظر بیت المال وہاں کا مالی دورہ پر گیا ہوا تھا۔ جنگ کے شروع ہونے کی اطلاع ملنے پر وہاں کی جماعت کے مشورہ سے خاکسار اور مولوی صاحب دہلی پہنچے تو معلوم ہوا کہ بعض احمدی فیملیز

جنکی Indian nationality کے کاغذات زیر کاروائی تھے کو حکومت پنجاب کسی غلط فہمی کی بنا پر لدھیانہ جیل لے گئی ہے۔ چنانچہ خاکسار اور مکرم مولوی صاحب مرحوم 21.9.65 کو شریمتی اندرا گاندھی (جو ان دنوں وزیر نشریات تھیں) سے ملے اور مورخہ 23.9.65 کو اپنے علاقہ کے M.P پروفیسر شرما کے ہمراہ ہم نے وزیر داخلہ شری گلزاری لال نندا سے ملاقات کی اور اگلے روز ہی احمدی فیملیز کو واپس قادیان بھجوانے کی ہدایت جاری ہو گئی۔ الحمد للہ مولوی صاحب موحوم کو ۱۹۴۷ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دہلی میں قیام کرنے کی ہدایت فرمائی تھی چنانچہ آپ کا وہاں ایک لمبا عرصہ قیام جماعتی کاموں کی تکمیل کیلئے نہایت مفید ثابت ہوا۔ اور جماعت کے کئی مسائل میں ان کی بروقت کوشش کارگر ثابت ہوتی رہی۔

سابق صدر جمہوریہ ہند گیانی ذیل سنگھ سے احمدی وفد کی ملاقات اگست ۱۹۸۳ء میں ہوئی جبکہ جماعت کی طرف سے قرآن مجید کا پنجابی زبان میں ترجمہ پیش کیا گیا۔ شری راجیو گاندھی سے وفد کی ملاقات ۱۹۸۶ء میں ہوئی اور شری R. Venketta raman صدر جمہوریہ سے فروری ۱۹۸۸ء میں ہندی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ پیش کرنے کے سلسلہ میں ہوئی۔ ان تمام وفود میں مکرم مولوی صاحب مرحوم نے شرکت کی۔ اپنی خدماتی زندگی کے آخری چند سال آپ قادیان میں بطور مدرس مدرسہ احمدیہ بطور ناظر امور عامہ اور ناظر دعوۃ و تبلیغ خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ کی وفات سے جماعت ایک جید عالم دین سے محروم ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے اور جماعت کو ان کے متبادل عالم مہیا کرتا چلا جائے۔ (آمین)

بقیہ ہندوستان کے مسلم حکمرانوں کی عظمت ص ۳۲ سے

صوبوں پر حملہ کر کے لوٹنے کی طاقت رکھتا تھا وہ اُن پر پوری طرح قابض ہو کر اور قتل و غارت کرنے کے بعد ایک مستقل حکومت کرنے کے بھی قابل تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ ایسا نہیں تھا۔ اور اگر کوئی جابر وحشی قتل و غارت کا دلدادہ ہو تو پھر تقدیر الٰہی کسی جابر انسان کو ۳۴ سال تک ظلم کرنے کی توفیق نہیں دیتی اور نہ ہی اسے ۱۷ بار کسی ملک پر حملہ کر کے کامیاب و کامران واپس جانے دیتی؟ بلکہ اس کی سیرت کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ انتہائی نیک، خداترس، مخلوق خدا سے ہمدردی رکھنے والا، غریب پرور، رعایا کی فلاح و بہبودی چاہنے والا ظالموں بد عہدوں و فاسقوں و مشرکین کو سزا دینے والا ایک عادل بادشاہ تھا۔ اس کے عدل کی ایک مثال ہی مخالفین کے منہ بند کرنے کیلئے کافی ہے۔ جب اُس نے اپنے نوجوان بھانجے کو خود اپنے ہاتھوں اس کے جرم کی سزا دیتے ہوئے قتل کر دیا جبکہ وہ ایک غریب آدمی کی نوجوان بیوی کی آبروریزی کی تھی۔ تین دن تک وہ خود بھوکا پیاسہ رہا جب تک کہ ظالم کو کیفر کردار تک نہ پہنچایا۔ اس کی غربت پروری و مساوات کی وجہ سے ہی یہ شعر لکھا گیا کہ :۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

محمود غزنوی ۴۲۱ھ میں غزنی میں فوت ہوا اس کے مرنے کے بعد اُس کے ذریعہ افغانستان اور سندھ و پنجاب میں قائم کی گئی غزنوی حکومت میں غزنوی خاندان کے ۱۲ حکمران ہوئے جن کو سلطان کا لقب دیا گیا۔ (جاری)

یورپ پر مسلمانوں کے علمی احسانات

قسط: 6

از قلم محمد زکریا ورک کنگسٹن کینیڈا

عربی ادب

الف لیلہ، کلیلہ و دمنہ، مقامات حریری، حی بن یقظان عربی ادب کے وہ شہ پارے تھے جن کے تراجم یورپ میں مقبول ہوئے کلیلہ و دمنہ سنسکرت کی کتاب تھی جسے ابن المقفع نے ۷۶۰ء میں عربی میں منتقل کیا تھا سپین کے بادشاہ الفونسو دہم 1252-1284 The Wise کی خواہش پر اسکا سپانوی ترجمہ کیا گیا۔

الف لیلہ کی مقبول کتاب سولہویں صدی میں یورپ پہنچی فرنچ سکالر انٹوئین گالینڈ A. Galland نے ۱۷۱۷ء میں اسکا ترجمہ Les Mille et une nuit کے عنوان سے بارہ جلدوں میں چودہ سال بعد مکمل کیا ۱۷۹۲ء میں اس ترجمہ کو جیمز اینڈرسن نے انگریزی میں منتقل کیا ۱۸۲۵ء میں فرنچ عالم Habicht نے اسکا نیا ترجمہ پندرہ جلدوں میں کیا ایک اور عالم وئیل Weil نے اسکا جرمن ترجمہ کیا جو ۱۸۶۷ء میں طبع ہوا۔ ۱۸۴۱ء میں ولیم لین Lane کا عربی سے انگریزی ترجمہ شائع ہوا۔ کچھ عرصہ بعد سر رچرڈ برٹن Burton کا انگریزی ترجمہ سولہ جلدوں میں شائع ہوا ایک اور جرمن ترجمہ ای۔ لٹمن کے قلم سے نکلا۔ بعض نامور ادبی نقادوں کا خیال ہے کہ اگر الف لیلہ نہ ہوتی تو شائد سوفٹ Swift کی گلیورز ٹریولز اور نہ ڈینیل ڈے فو Defoe (۱۷۳۱ء) کا رابنسن کروسو وجود میں آتا۔ اٹھارویں صدی میں اسکے انگریزی اور فرنچ میں تیس ایڈیشن منظر عام پر آئے اسکے بعد یہ صدیوں بار شائع ہو چکی ہے بلکہ اب تو یہ Thousand and One Night انٹرنیٹ پر بھی موجود ہے۔

عربی حکایات بھی یورپ میں بہت مقبول تھیں پیٹرک رسل نے ۱۷۹۵ء میں عربی حکایات کا ترجمہ کیا۔ جرمنی کے مشہور عالم وان ہیمر Von Hammer نے بھی عربی حکایات کا جرمن ترجمہ شائع کیا اسکا انگلش ترجمہ لیمب Lamb نے ۱۸۲۶ء میں شائع کیا ۱۸۸۴ء میں پینی Penny نے عربی حکایات کے تراجم تیرہ جلدوں میں شائع کئے پہلی نو میں الف لیلہ کا ترجمہ باقی چار میں عربی حکایات تھیں۔

یورپ میں ان تراجم کا اثر بہت گہرا اور دیرپا تھا اس دور کا ادب عربی سانچے میں منتقل ہو گیا اٹلی اور سپین میں اسکا اثر زیادہ تھا جہاں مقامات حریری کی طرز پر حکایات لکھی جانے لگیں عربی ادب میں بلا کی قوت توانائی اور وسعت تھی اس لئے یہ مقبول ہوا۔ عربی شاعری کا اثر سپین پر بہت ہوا۔ وہی ردیف، قافیہ، وہی بحریں اور اوزان، ہجر اور وصال کی باتیں۔ عربی استعارات اور محاورے بھی زبان زد عام ہو گئے جرمنی میں ۱۶۵۶ء میں ایک عالم الیریس Olearius نے سعدی کی

گلستان کا ترجمہ کیا ۱۸۱۲ء میں وان ہیمر نے دیوان حافظ کا ترجمہ جرمن میں کیا جس سے گوئٹے (1749-1832) بہت متاثر تھا اس نے دیوان حافظ کی نقل میں دیوان مغرب-Westos terlicher Divan لکھا اور فارسی استعارات کا استعمال کثرت سے کیا۔ جرمن شاعر شلر Schiller (م ۱۸۰۵) کے ڈرامہ توران دخت کا پلاٹ ایران کے نظامی کی حکایت دختر پادشاہ کی نقل ہے۔ والٹیر (م ۱۷۷۸) کی حکایات میں سازو سامان اور دیگر لوازمات سب کے سب مشرقی ہیں۔

(یورپ پر اسلام کے احسان برق لاہور صفحات ۲۶۰ و ۲۶۱ برق صاحب کی کتاب میں اسماء اور تواریخ کی بہت غلطیاں ہیں جنکی اصلاح پروفیسر ہتی کی کتاب اسلام انیڈ دی ویسٹ ۱۹۶۲ء کے تقابلی مطالعہ سے اس مضمون میں کر دی گئی ہے)

میوزک

مسلمان موسیقاروں نے مختلف قسم کے انسٹرومنٹس ایجاد کئے میوزک کی تھیوری پر مسلمانوں نے بہت سی کتب لکھیں سپین کا شہر اشبیلہ موسیقی کے آلات بنانے میں بہت مشہور تھا بہت سے موسیقی کے آلات کے نام عربی سے ماخوذ ہیں جیسے العود lute القطر Guitar الرباب Rebeck طنبورہ-tambourine ارغون Organ سپین کا مشہور موسیقار زریاب تھا جس نے العود کو چھٹی سٹرنگ لگائی الفارابی العود بہت اچھا بجاتا تھا قرون وسطی میں وہ موسیقی کا سب سے بڑا مصنف تھا اسکی چند ایک کتابیں یہ ہیں۔ کتاب الموسیقی، کتاب ترتیب النغم، کتاب المدخل ال لموسیقی، کہا جاتا ہے کہ الکندی نے موسیقی سے مریضوں کا علاج بھی کیا موسیقی پر جن فضلاء نے کتابیں لکھیں ان کے نام یہ ہیں حنین ابن اسحٰق، ثابت بن قرہ، ابولوفا بوزجانی، ابن سینا، ابن الہیثم، نصیر الدین الطوسی، ابن رشد، ابن باجہ، اسحٰق الموصلی، اور ابن فرناس اندلسی ابن فرناس سپین کے خلیفہ عبدالرحمٰن دوم کا درباری عالم تھا جس نے گلاس بنانیکا فارمولا ایجاد کیا اس نے گلاس کا ایک Heavenly globe گلوب بنایا۔ اس نے دنیا کی سب سی پہلی فلائینگ مشین بنائی جس میں اس نے لائٹ فریم کو دو پر لگائے وہ ہوا میں کچھ منٹ اڑتا رہا۔

حوالہ کیلئے دیکھو کتاب Moors in Spain, by Jan Read, Page 236, 1975

عرب موسیقی نے یورپ پر گہرا اثر ڈالا اسکا اندازہ مندرجہ ذیل تراجم سے لگایا جاسکتا ہے الفارابی کی کتاب الموسیقی کا جیرار ڈآف کریمونا نے ۱۱۸۷ میں ترجمہ کیا۔ انیڈریو الپاگ نے ابن سینا کی موسیقی پر کتاب کو لاطینی میں ڈھالا، مائیکل اسکاٹ نے ابن رشد کی اس کتاب کا ترجمہ کیا جو اپنے ارسطو کی کتاب موسیقی پر بطور شرح لکھی تھی۔ سپین کے عالم-Gundisalvi نے ایک کتاب فلاسفی پر لکھی جسکا موسیقی والا باب الفارابی کی کتاب کا لفظی ترجمہ ہے راجر بیکن (۱۲۹۴) کی کتاب Opus Tertium میں ایک باب موسیقی پر ہے جس میں وہ بطلیموس کے خیالات کے ساتھ ابن سینا اور الفارابی کی آراء بھی پیش کرتا ہے چیکوسلاوکیہ کے عالم جیروم Jerome نے ۱۳ ویں صدی میں موسیقی پر کتاب لکھی جس میں ایک باب الفارابی پر ہے۔ عیسی بن اسحٰق یہودی نے ابن سینا کی القانون کے اس حصہ کو عبرانی میں منتقل کیا جو موسیقی پر ہے ایک اور یہودی عالم ابراہام بارحیہ (۱۱۳۶) نے باہوریں صدی کے فلاسفر و عرب میوزشن ابوالصلت امیہ کی موسیقی پہ کتاب کا عبرانی میں ترجمہ کیا۔ سپین کے عالم ریمنڈ لل Raymond

Lull (۱۳۱۵) اور سائیمن ٹن سٹیڈ (۱۳۶۹) نے جو کچھ موسیقی پر لکھا وہ عرب ماہرین اور اساتذہ کی کتابوں سے ماخوذ تھا۔

علاج امراض چشم (Ophthalmology)

مشرق وسطی کے ممالک میں آنکھ کی بیماریاں عام تھیں لہذا مسلمان ڈاکٹروں نے اس علم میں خاص مہارت حاصل کی ابن الہیثم کا نام اس ضمن میں سر فہرست ہے جس نے آنکھ کے جملہ اعضاء جیسے Lense, retina, cornea کو بیان کیا اور ان کے نام وضع کئے ان عربی اصطلاحات کا ترجمہ لاطینی میں کیا گیا اور یہ ابتک زیر استعمال ہیں جیسے عدسہ کا ترجمہ lens کیا گیا جو lentil سے ماخوذ ہے کیونکہ عدسہ مسور کی دال کے مشابہ ہے ابن الہیثم نے "کتاب المناظر" میں آنکھ کی جو تصویر بنائی اسمیں دماغ سے آنیوالے اعصاب Optic nerve کو بھی دکھایا گیا ہے مصر کے خلیفہ الحاکم کے دور خلافت میں اس علم میں بہت ترقی ہوئی۔

زکریا الرازی جیسے روشن دماغ آفاقی عالم نے انکشاف کیا کہ آنکھ کی پتلی روشنی سے رد عمل کرتی ہے شیخ الرئیس بو علی سینا نے القانون میں آنکھ کے ڈیلے کے تمام پٹھوں کو بیان کیا ہے جو کہ چھ ہیں۔ موتیابند یعنی کٹاراکیٹ کا آپریشن مسلمانوں نے شروع کیا ابن رشد نے بھی بصریات کے موضوع پر قلم اٹھایا اور یہ انکشاف کیا کہ آنکھ کا پردہ photo.receptor کا کام کرتا ہے یہ ایک انقلابی نظریہ تھا مگر کیپلر کے زمانہ تک یورپ میں لوگوں کو اس بات کا علم نہ تھا۔ مسلمان ڈاکٹروں نے آنکھ کی اناٹومی کی جو تصاویر بنائیں یورپ میں انکا استعمال صدیوں تک رہا مثلاً راجر بیکن، وٹلو Witelo جان پیکھم Peckham کی بصریات پر کتابوں میں تیرہویں صدی تک یہی تصاویر استعمال ہوتیں رہیں لیونارڈو-دا-وانچی da Vinchi نے جو آنکھ کی تصاویر بنائیں وہ بھی انہی اسلامی ڈایاگرام پر بنائی گئی تھیں۔

علی ابن عیسی (م۱۰۳۱ء) نے کتاب ترکرہ الکحلین لکھی جو فی الحقیقت انسانی آنکھ پر تین جلدوں میں انسائیکلو پیڈیا ہے اس میں ۱۳۰ قسم کی آشوب چشم کا ذکر ہے ۱۴۳ ادویاء بھی بتلائی گئیں ہیں جو ان امراض کیلئے سود مند ہیں۔ تزکرہ کے لاطینی تراجم 1497, 1499, 1500 میں ہوئے اور ماڈرن ترجمہ ۱۸۴۵ء میں ڈریسڈن، جرمنی اور جرمن ترجمہ ۱۹۰۴ء میں لیپزگ سے شائع ہوا (سارٹن صفحہ ۷۳۱) زریں دست مشہور آئی سرجن تھا جو سلجوق بادشاہ ملک شاہ (1072-1093) کے وقت میں ہو گزرا اس نے امراض چشم پر کتاب لکھی جسکا نام نور العین تھا (سارٹن صفحہ ۷۷۲) الکندی کی کتاب علم بصریات پر لاطینی میں De Aspecti-bus تھی جس سے راجر بیکن بہت متاثر تھا سپین کے مشہور سرجن ابو لقاسم زہراوی (م۱۰۰۹ء) نے اپنی سرجری کی کتاب "التصریف" میں موتیابند کے آپریشن کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(جاری)

یورپ میں اسلامی یونیورسٹیاں

اسلامی سکولوں کی خصوصیت یہ تھی کہ جہاں مسجد ہوتی وہاں مدرسہ بھی ہوتا تھا گویا دینی تعلیم سائینسی تعلیم سے الگ نہ تھی اسکی ایک مثال بغداد کا نظامیہ کالج تھا جہاں ہزاروں طلباء تعلیم پاتے تھے یہاں کے نصاب میں حدیث، قرآن، فلسفہ، فقہ، ریاضی ہیئت نصاب میں شامل تھے عربی کے علاوہ یونانی، عبرانی، لاطینی، فارسی اور سنسکرت بھی سکھائی جاتی تھی ایک

زمانہ میں امام غزالی یہاں مدرس تھے پھر ہر شہر میں لائبریریاں تھیں۔ قرطبہ کے شہر میں دسویں صدی میں ستر کتب خانے تھے خلیفہ کے محل میں بہت بڑا کتب خانہ ہوتا تھا جہاں کاتبوں، جلد سازوں کا جم غفیر ہوتا تھا جو کتابوں کو جانفشانی سے نقل کرنے اور جلد سازی میں مصروف رہتے تھے۔

اسلامی یونیورسٹیوں میں قرطبہ دنیا کی بہترین جامعہ تھی جسکی بنیاد خلیفہ عبدالرحمٰن سوم 961-912 نے رکھی اسکی لائبریری میں چار لاکھ کتابیں تھیں ان کتابوں کی فہرست میڈرڈ کی اسکوریل لائبریری میں موجود ہے۔ سپین کی دوسری مشہور جامعہ طلیطلہ Toiedo میں تھی جہاں یورپ کے ہر حصہ سے طلباء تحصیل علم کیلئے آتے تھے فرانس کے سکالر گربرٹ Gerbert نے اسی جگہ ریاضی اور ہیئت کا علم حاصل کیا تھا وہ ۹۹۹ء میں سلوسٹر دوم کے لقب سے پوپ بنا۔ عیسائی طلباء عربی بولتے اور عربی میں کتابیں پڑھتے تھے اس یونیورسٹی نے بڑے بڑے نامور اہل قلم پیدا کئے۔ مثلاً مائیکل سکاٹ جو سسلی کے بادشاہ فریڈرک دوم کا درباری ہیئت دان تھا اس نے یہاں 1217-1200 تک تعلیم حاصل کی سسلی میں اسنے ابن رشد کی کتابوں کے تراجم کئے۔ اس کے علاوہ ڈینیل مارلے اور ایڈل ہارڈ نے بھی یہاں تعلیم حاصل کی یہ تینوں انگریز تھے۔ سپین کے علاوہ مسلمانوں نے فرانس کے شہر مانٹ پیلئیر Montpellier اور اٹلی کے شہروں پڈوا اور پیسا میں درسگاہیں قائم کیں ان شہروں نے بھی عظیم سائنسدان پیدا کئے جیسے گیلی لیو۔

مسلمانوں کو کتب خانے بنانے کا بہت شوق تھا اسکا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ جب ہلاکو خان کے وزیر نصیر الدین الطوسی نے مراغہ ایران میں آبزرویٹری قائم کی تو اس کے ساتھ لائبریری بنائی جسمیں چار لاکھ کتابیں تھیں۔ مصر کے فاطمی خلفاء کے کتب خانے میں چھ لاکھ کتابیں تھیں۔ خلیفہ مامون نے روم کے قیصر مائیکل دوم 829-820 سے معاہدہ کیا جسکی ایک شرط یہ تھی کہ استنبول کے کتب خانے کی تمام کتب بشمول المجسطی بغداد بھیجی جائیں۔ تاتاریوں نے جب ۱۲۵۸ء میں بغداد پر حملہ کیا تو اس وقت وہاں ۳۶ کتب خانے تھے مشہور مؤرخ الواقدی (۸۲۲) کی وفات پر اسکے گھر سے کتابوں کے ۶۰۰ صندوق نکلے تھے۔

خلیفہ عبدالرحمٰن سوم 961-912 کے زمانہ میں قرطبہ میں سات سو مساجد، تین سو حمام، ۱۱۳۰۰۰ مکانات، اکیس مضافاتی بستیاں اور ستر کتب خانے تھے۔ بحرہ بالٹک کے جزائر گاٹ لینڈ Gotland بارن ہولم Bornholm اور آلینڈ سے ہو کر عرب تاجر سویڈن ڈنمارک، اور ناروے جاتے تھے ان ممالک سے ایسے سکے دستیاب ہوئے ہیں جن پر عربی لکھی ہوئی تھی جو اس امر کی شہادت ہیں کہ وہاں عربی تاجر آئے تھے۔ (جاری)

بقیہ من الظلمات الی النور ص ۲۰ سے

روزے رکھے اس کے بعد میں نے قرآن مجید کا دور کرنا شروع کیا اسی اثنا میں مسجد مبارک کے لئے ایک خادم کی ضرورت تھی تو خاکسار نے محترم مولوی بشیر احمد صاحب خادم کی ہدایت اور مشورہ سے درخواست دی جس پر مجھے بطور خادم مسجد مبارک رکھ لیا گیا۔ بفضلہ تعالیٰ اب تک مسجد مبارک کی خدمت کی سعادت مل رہی ہے۔

ھندوستان کے مسلم حکمرانوں کی

تاریخی، تہذیبی و تعمیری عظمت و جلالت

(ڈاکٹر رفیق احمد ناصر قاہرہ حال قادیان)

(قسط-۱)

نقشہ عالم پر ہندوستان کا ملک اپنی قدیم تاریخی تہذیب کی وجہ سے عرصہ دراز سے جانا جاتا رہا ہے۔ ۵-۶ ہزار سال قبل کے موجود تاریخی شواہد نے دریائے سندھ کے کنارے آباد سندھ کی قدیم تہذیب، ہڑپاو موہن جودرو کے عظیم الشان ثقافتی مخزن کوروپانڈوں کی سیاسی حکمرانی، حضرت رام چندر اور حضرت کرشن علیہما السلام کی مذہبی رواداری و یکسانیت اور اسی طرح کی سیکڑوں دیگر مثالوں سے ہندوستان کا نام قدیم زمانے سے صفحہ تاریخ پر روشن ستارے کی مانند ٹمٹاتا رہا ہے۔ اور اسی وجہ سے قدیم ہندوستان کو مختلف دوروں میں سونے کی چڑیا کے نام سے پکارا جاتا رہا ہے۔ اسی وجہ سے یونان میں پیدا ہوئے عظیم بادشاہ سکندر نے کبھی ھندوستان پر ۳۰۰ سال ق م (قبل از ولادت مسیح) فوجی حملہ کر کے اس کو مغلوب کرنے کی کوشش کی تو کبھی بنی اسرائیلیوں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اِس ملک کی طرف ہجرت فرمائی جہاں حضرت نوحؑ کے طوفان کی آمد کے بارے بھی پتہ چلتا ہے۔ حضرت بدھؒ نے اسی سرزمین سے امن و شانتی کا پیغام دنیا کو دیا جو آج جنوب مشرق ایشیا کے جملہ ممالک میں پھیلا ہوا ہے۔ تجارتی غرض سے بھی بنی اسرائیل اور عرب ممالک کے تاجروں نے جہاں ہزاروں سال قبل بحرہ عرب کو پار کر کے ہندوستان سے سمندری تجارتی روابط کو بڑھایا وہیں ایران و افغانستان کے بری راستوں کے ذریعہ بھی تجارت کو فروغ دیا حتیٰ کہ ایشیاء کے ممالک چین، منگولیا اور فارس و روس کے ممالک سے بھی آمد و رفت کا ایک عظیم تسلسل قائم ہو گیا جہاں ہیو این سانگ (HUAN SONG) چین سے آکر ہندوستان کے علم و معرفت کے خزائن کو اپنے اندر سمو کر اشوک و چندر گپت، سمندر گپت اور موریہ خاندان (Moury A Dynasty) کی عظیم سیاسی و سماجی سوجھ بوجھ رکھنے والے حکمرانوں کو پڑھ کر اپنے ملک واپس چلا گیا۔ وہیں پر عرب و افریقن ممالک کے عرب مسلمان سیاحوں اور سیاستدانوں کو اس ملک میں آمد پر رغبت دلائی۔ یہ عربوں کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں ۶ ویں صدی عیسوی میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ایک دینی و دنیاوی راہنما خدائی پیغمبر کی صورت میں ملا جس نے اُن جاہل و گمراہ اور ہمیشہ لڑائی و شراب و شباب میں مشغول رہنے والوں کو ایک خدا نما انسان ہی نہیں بنایا بلکہ یہ دین داری و روحانی ارتقاؤں کی منازل طے کرنے کے ساتھ ساتھ یہ دنیاداری کے مختلف مراحل میں بھی بلندی کو پہنچے۔ وہ عرب مسلمان اچھے تاجر بنے۔ کامیاب سیاستدان، نامور سائنسداں، مشہور مورخ، سیاح و جراح و طبیب، مدبر و بہادر

جرنیل و عادل حکمران بنے جنہوں نے اسلام اور قرآن کی برکت سے اپنے اپنے وقت کی محکوم رعایا کو عدل و انصاف سے بھر دیا اور اسی رعایا نے اِن حاکموں کو اپنے دلوں میں جگہ دی جس کے نتیجہ میں یہ مسلمان حاکم لمبے عرصہ تک حکومت کرتے رہے۔ یہ حکمران عرب کی حدود سے نکل کر ساتھ کے قریبی ممالک عراق، مصر، فلسطین، شام، تونس، مراکش، الجیریا، فارس، اور ایشیا کی مختلف حدود کو پار کرتے ہوئے برّی حدود کو پھلانگتے ہوئے یہ مسلمان حکمران یا اُن کے نامور فاتح جرنیل ایران کی سرحد کو عبور کرتے ہوئے افغانستان سے نکل کر سندھ اور ہندوستان کی آخری حدود کنیا کماری اور مدراس تک پہنچے اور ہمالیا کی برفیلی پہاڑیوں کو پار کرتے ہوئے وہ کشمیر کی لہلہاتی وادیوں میں داخل ہو گئے جہاں انفرادی مسلمانوں نے اپنے بااخلاق کردار کا مظاہرہ کر کے مقامی لوگوں کے دلوں کو جیتا ان کے روزمرّہ کے معاملات میں سچائی کا اظہار، خدا تعالیٰ کی عبادت میں مداومت، عوام کے ہر طبقہ سے مساوات و انصاف پروری، صفائی و نظافت کی تلقین، لوگوں سے حسن سلوک کا مظاہرہ علم و عمل کے حصول میں بازیابی، خاندانی کنبہ پروری اور حقوق العباد کی ادائیگی وغیرہ یہ ایسی خوبیاں تھیں کہ جب جب ان انفرادی مسلمانوں اور حکمرانوں نے ان کو اپنایا بھارت میں رہنے والے یہ مقامی لوگ ان عرب مسلمانوں سے ملکر ان کے اچھے اخلاق سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ یہ تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ مسلم فاتح جرنیلوں کی طرف سے ہندوستان میں داخلے کے موقعہ پر بعض دفعہ جہاد بالسیف بھی ہوا مگر یہ اُس وقت ہوا جبکہ اس کی اشد ضرورت محسوس کی گئی اور پہلے صلح صفائی اور امن و آشتی کا پیغام مؤثر و کارگر نہ ہو سکا۔ سب سے پہلے فاتح ہند ایک اٹھارہ سال کے نوجوان جرنیل محمد بن قاسم تھے جو تیسرے اسلامی خلیفہ حضرت عثمانؓ کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ مسلمان ولایتوں میں کوفہ کے والی حجاج بن یوسف الثقفی نے اپنے بھتیجہ محمد بن قاسم کو چھوٹی سی عمر میں قابل جواں مرد سپہ سالار بنایا جس نے سندھ کے ھندو راجہ داہر کی سلطنت میں موجود سرکاری پشت پناہی پر جب کچھ لٹیرے وڈاکوؤں نے مسلمان تاجروں کو خشکی اور بحری راستے سے لوٹا اور خواتین کی بے حرمتی کی اور باوجود مسلمان حاکم کی سرکاری پیغام رسانی کے ان مجرمین کو نہ تو خود سزا دی اور نہ ہی مسلمان حکام کے سپرد کیا گیا۔ جس پر مسلمان حکمرانوں نے سندھ کے راجہ کے خلاف لڑائی کا اعلان کر دیا اور اس نوجوان محمد بن قاسم نے اپنی پہلی اسلامی فوج کی قیادت میں کثیر التعداد ہندو فوج کو شکست فاش دی۔ راجہ اس لڑائی میں مارا گیا اور سندھ پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی جہاں سے وہ برّی راستے سے ملتان اور پنجاب کے دیگر چھوٹے چھوٹے مخالفین کو ہرا کر پنجاب کے مشہور شہر لاہور تک پہنچے۔ یہیں پر وقت کے ساتھ ساتھ مختلف مسلمان حکام کے دور میں مشہور اولیاء و علماء فضلاء بھی پہنچے جنہوں نے اسلامی نور کے ذریعہ عام رعایا کا دل منور کیا اور پھر عمر گذار کر پنجاب کی اس سرزمین میں دفن ہو کر اس زمین کو ہمیشہ کیلئے منور اور بابرکت کر گئے مختلف وقتوں میں آنے والے ان بزرگان میں مشہور زمانہ اولیاء بزرگ خداداد صفات کے حامل صوفیاء اور پیر فقیر گذرے ہیں جن کا جلوہ نور سندھ پنجاب، دہلی و راجستھان اترپردیش، مدھیہ پردیش اور دکن کے صوبوں تک پھیلا ہوا ہے۔ شیخ کبیرؒ، شیخ فریدؒ، سلطان باہوؒ، حضرت باوا نانکؒ، شیخ سہروردیؒ، امام ناصرؒ، شیخ اسماعیل شہیدؒ، امام العارفین محدث دہلیؒ، بختیار کاکیؒ، شیخ

چشتیؒ، شیخ محمد ضامنؒ ترکی، شیخ بخاریؒ و حضرت نظام الدینؒ اولیاء وغیرہ

اِن بزرگان نے اسلام کے نور کو پھیلایا اور بعض نے اپنی جان کی قربانی دیکر شہداء کے زمرے میں شامل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ یہ بزرگ حجاز، فارس، ایران، افغانستان کے ممالک سے تھے جنہوں نے اسلامی تعلیم کو اپنے بزرگ اساتذہ سے حاصل کیا اور پھر اس تبلیغی جہاد کی خاطر دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلتے گئے اور اپنے علمی و روحانی فیض کے ساتھ ساتھ وہ حکام اور سربراہان و سپہ سالاروں کو قابل، دانا و مدبرانہ جنگی و سیاسی و انتظامی امور پر مفید و مناسب مشورے بھی دیتے تھے جس کے نتیجہ میں دینی و دنیاوی ہر دو امور میں مسلمانوں نے عبور حاصل کیا اور ہر عام و خاص نے استفادہ کیا۔

پہلی صدی ہجری مطابق ساتویں صدی عیسوی میں اسلامی سلطنت عرب دنیا سے نکل کر ہندوستان کے شمال سرحدی صوبوں و افغانستان کی سرحدوں تک پہنچ گئی تھی۔ جن میں خاص کر سندھ و ملتان اور پنجاب اور دہلی کے نواحی علاقوں کی شمولیت تھی۔ تقریباً ۴ صدیوں تک یہاں پر پہلے حجاز کے خلیفہ یا پھر بنو امیہ کے خلفاء اور پھر اس کے بعد بغداد میں موجود نو اسی خلفاء کے ماتحت حکومت کرتے تھے مگر جب بغداد میں بنو عباسیہ کی حکمرانی کمزور ہوتی گئی تو پھر افغانستان اور سندھ اور پنجاب اور ملتان کے طاقتور صوبے دار و حکمران اپنی خود مختار ریاستوں کے مالک ہوتے گئے جو دسویں صدی عیسوی تک کسی نہ کسی رنگ میں چلتی رہیں۔ یہاں انہوں نے اپنی ملکی دفاعی غرض سے مختلف اسکیموں کے ماتحت چھوٹے چھوٹے محل اور قلعہ جات تیار کروائے۔ دینی مدارس گاہ و مساجد کی تعمیر کی گئی تا عوام و خواص اس سے دینی استفادہ کر سکیں۔

چوتھی صدی ہجری کے آخر اور دسویں صدی عیسوی میں افغانستان کے ایک مشہور شہر غزنی میں ایک مسلمان غلام سبکتگین نے اپنی سلطنت قائم کی جس کو اس کے بعد اس کے بیٹے محمود غزنوی نے اپنی عقل و ہمت و بہادری سے بہت وسیع اور مضبوط کیا اس نے پنجاب کے راجہ کو شکست دیکر غزنوی سلطنت کو لاہور تک پھیلایا اور پھر اسی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ دہلی سے آگے بڑھ کر گجرات کاٹھیاواڑ تک پہنچا جہاں پر ہندو بت پرستوں کا ایک بہت بڑا مندر سومنات تھا جس کے بارے میں بہت سی مشرکانہ اور غیر انسانی افعال کی باتیں مشہور تھیں یہاں تک ہر سال مندر کے پجاری دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنے کی خاطر کسی کمسن کنواری لڑکی کی قربانی دیتے تھے جس پر بعض شکایت کنندہ کے مطالبہ پر محمود غزنوی نے اس مندر کو تہس نہس کر کے اِن جابر مشرک بت پرستوں کو نکال کر اِس علاقے کی حکومت ایک ایماندار اور علاقہ کے اصلی وارث راجہ کے سپرد کر کے واپس غزنی چلا آیا۔ اپنے ۳۴ سال کے دور حکومت میں ہندوستان کے مختلف علاقوں پر اُس جگہ کے غریب اور مسلوب حکمرانوں کی درخواست پر انہیں ظالموں کے ظلم سے نجات دینے کی خاطر ۱۷ بار حملے کئے اور ہر بار کامیاب و کامران لوٹا اور ظالموں کو سبق سکھایا۔ اس نے کبھی بھی اپنی حکومت لاہور پنجاب سے آگے بڑھ کر قائم کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اگر وہ چاہتا تو اسی وقت ایک زبردست حکومت پورے وسط اور جنوب ہند کی سرحدوں تک قائم کر سکتا تھا۔ تاریخ ہند کے بعض حاسدین مورخوں نے اس کے حق میں کچھ غلط حقائق پیش کر کے ناانصافی کرتے ہوئے ایک "لٹیرا" اور ظالم بادشاہ لکھا ہے۔ مگر غیر جانبداری سے دیکھیں تو وہ ایسا نہیں تھا۔ اگر وہ لٹیرا تھا تو پھر ہندوستان کے مختلف

باقی صفحہ ۳۵ پر

اخبار مجالس

سالانہ اجتماع مجلس اطفال الاحمدیہ ورنگل زون

مورخہ ۲۰ مئی ۲۰۰۰ء (۲۰ ہجرت ۱۳۷۹ ہش) جماعت احمدیہ پالاکرتی میں ورنگل زون (جو کہ تین ضلعوں پر مشتمل ہے) کا سالانہ اجتماع مجلس اطفال الاحمدیہ منعقد کیا گیا۔ اس کے لئے تمام اخراجات مکرم سیٹھ محمد بشیر الدین صاحب صوبائی امیر و نگرانِ اعلیٰ آندھرا پردیش نے عنایت فرمائے۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

اس اجتماع میں تینوں ضلعوں سے کل ۷۵ اطفال شامل ہوئے۔ اور ۱۱ معلمین کرام نے شرکت فرما کر اجتماع کی کامیابی میں اہم رول ادا کیا۔ صبح نماز تہجد سے اجتماع کا آغاز ہوا۔ بعد نماز فجر خصوصی درس القرآن دیا گیا۔ بعد وقفہ افتتاحی اجلاس ٹھیک ۱۰ بجے شروع ہوا۔ جس کی صدارت مکرم عباس علی صاحب شمس صدر جماعت احمدیہ پالاکرتی نے فرمائی۔ بعدہ مندرجہ ذیل مقابلہ جات کروائے گئے۔ (۱) تلاوت قرآن مجید (۲) نظم خوانی (۳) نماز سادہ (۴) اذان (۵) دینی معلومات۔ یہ مقابلہ جات نماز ظہر و عصر کے بعد دوبارہ شروع ہو کر ۴ بجے ختم ہوئے۔ ہر طفل کا ہر مقابلہ میں حصہ لینا ضروری قرار دیا گیا تھا۔

شام ۴ بجے کے بعد کبڈی، دوڑ، میوزیکل چیئر کے مقابلہ جات کروائے گئے۔ ان مقابلہ جات کی نگرانی مکرم محمد مدار احمد صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ پالاکرتی نے فرمائی۔ جبکہ محمد شریف احمد صاحب نے تعاون دیا۔ تمام اطفال نے بہت ہی ذوق و شوق کے ساتھ تمام مقابلہ جات میں حصہ لیا۔

بعد ازاں نماز عشاء کے بعد جلسہ برائے تقسیم انعامات منعقد کیا گیا۔ اس اجلاس کی صدارت مکرم عباس علی صاحب طاہر سیکریٹری مال جماعت احمدیہ پالاکرتی نے فرمائی۔ اور تلاوت و نظم کے بعد خاکسار نے تمام اطفال اور معاونین خصوصاً معلمین کرام کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد صدر اجلاس نے تمام پوزیشن لینے والے اطفال میں انعامات تقسیم فرمائے۔ اور پھر دعا کے ساتھ یہ ایک روزہ سالانہ اجتماع خیر و خوبی انجام کو پہنچا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس اجتماع کی بے شمار برکتوں سے ہم کو نوازے۔ اور تمام اطفال جو اس میں شریک ہوئے ہیں وہ آگے چل کر احمدیت کے حقیقی مبلغ بن سکیں۔ (آمین)

(حافظ سید رسول نیاز نائب نگران دعوۃ الی اللہ آندھرا)

یادگیر

مورخہ ۲۳ر اپریل ۲۰۰۰ء کو رات ٹھیک ۹ بجے مسجد احمدیہ یادگیر میں جلسہ یوم مسیح موعود علیہ السلام زیر صدارت محترم عبدالسلیم صاحب سگری امیر جماعت منعقد ہؤا۔ جلسہ کا آغاز محترم محمود احمد گلبرگی کی تلاوت قرآن کریم اور اس کے ترجمہ سے شروع ہؤا۔ اس کے بعد عزیزم محمود احمد صاحب جنگلی نے مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام ترنم سے سنایا۔ اس اجلاس کی پہلی تقریر مکرم رحمت اللہ صاحب جینا نے سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عنوان سے کی۔ جس میں سیرت کے بعض پہلوؤں کو ظاہر کیا دوسری تقریر مکرم ایاز احمد رشید صاحب مبلغ سلسلہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اسلامی اصول کی فلاسفی کی روشنی میں بیان کیا۔ اس اجلاس کی دوسری نظم محترم وسیم احمد صاحب وسیم قائد مجلس نے "ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے" نہایت خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ اجلاس کی آخری تقریر محترم مولوی مصلح الدین صاحب سعدی مبلغ سلسلہ یادگیر کی ہوئی۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض کو بیان کیا اور اپنی تقریر کے آخر میں حضرت مسیح موعود کے بعض اقتباسات پڑھ کر سنائے۔ اس کے بعد صدر اجلاس کا صدارتی خطاب ہؤا بعد ازاں دعا ہوئی دعا کے بعد تمام حاضرین میں ٹھنڈا شربت تقسیم کیا گیا۔ اس جلسہ میں مرد و زن کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

(عبدالمنان کرنولی معتمد مجلس خدام الاحمدیہ یادگیر)

حیدر آباد میں تعلیم القرآن کلاسز

محترم امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد تحریر کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ حیدرآباد میں صبح وشام تعلیم القرآن کلاسز حسب ذیل حلقوں میں لگائی جاتی ہیں۔

مدرسہ احمدیہ لائبریری فلک نما بعد نماز فجر
سنتوش نگر............بعد نماز ظہر
ونے نگر............بعد نماز عصر
مؤمن مسجد............بعد نماز مغرب

مکرم قاری عبدالقیوم صاحب صابر نمائندہ مشکوٰۃ دینیات تجوید قراءت کلام پاک ترجمہ کلام اللہ کے علاوہ عربی لحن میں عملی مشق اذان وغیرہ کی عملی تربیت دیتے ہیں۔

صوبائی کانفرنس کے موقعہ پر خدام الاحمدیہ کالیکٹ کی نمایاں کارکردگی

رپورٹ مکرم سید طارق مجید احمد صاحب انسپکٹر خدام الاحمدیہ بھارت کہ ماہ اپریل میں صوبہ کیرالہ کی صوبائی کانفرنس منجیری نام کے خوبصورت شہر میں منعقد ہوئی۔ خاکسار ان دنوں دورہ پر تھا۔ کیرلہ کے تمام خدام نے جی جان سے ساری ساری رات جاگ کر شہروں میں پوسٹر لگائے۔ اشتہارات تقسیم کئے اور اناؤنسمنٹ کی۔ کالیکٹ کے خدام قائد مجلس ڈاکٹر صلاح الدین صاحب کی معیت میں مسلسل ایک ہفتہ مختلف قسم کی خدمات بجا لاتے رہے۔ خود سے بینر کو تیار کرنا، اس کو پینٹ کرنا اور اسے منجیری شہر میں ساری ساری رات جاگ کر لگانا قابل دید تھا۔ کانفرنس کے دن خدام الاحمدیہ نے کینٹین لگائی تھی جس میں

قائد مجلس بذات خود حصہ لیتے رہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ کالیکٹ کے ذمہ کھانا پکانا تھا۔ اور انہوں نے اپنی اس ڈیوٹی کو نہایت ہی محنت سے سرانجام دیا۔

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ بھارت ۲۰۰۰ء

مجلس خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ بھارت کا سالانہ اجتماع امسال مرکز احمدیت قادیان دار الامان حضور انور کی منظوری سے 25.26.27 ستمبر 2000ء کو منعقد ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ تمام قائدین مجالس سے درخواست ہے کہ اس بابرکت اجتماع میں زیادہ سے زیادہ سے خدام و اطفال کو شامل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ کرے یہ اجتماع ہر لحاظ سے کامیاب ہو اور اس میں شریک ہونے والوں کو بے انتہا برکتوں اور رحمتوں سے نوازے۔ امین

اجتماع کے تفصیلی پروگرام پر مشتمل سرکلر مجالس کو بھجوا دیا گیا ہے۔ (صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت)

اعلان نتیجہ انعامی مقالہ

درسی سال ۱۹۹۹ء و ۲۰۰۰ء کیلئے نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ بھارت کی طرف سے انعامی مقالہ کیلئے عنوان "قرآن نے دنیا کے علوم کو کیا دیا" رکھا گیا تھا۔ مقالہ نگاروں کی طرف سے مقالہ جات موصول ہوئے تھے درجہ ذیل تفصیل کے مطابق اوّل دوم سوم قرار پائے۔ خدا تعالیٰ ان کی کامیابی مبارک کرے۔ نیز مزید علوم سے نوازے۔

۱۔ مکرم شیخ مجاہد احمد مبلغ سلسلہ قادیان.........اوّل
۲۔ مکرم وسیم احمد اعظم عثمان آباد..............دوم
۳۔ مکرم فضل حق خان مبلغ سلسلہ............سوم

﴿ناظر تعلیم﴾

جلسہ یوم خلافت

مکرم عبد المنان صاحب کرنول معتمد مجلس خدام الاحمدیہ یادگیر تحریر کرتے ہیں :-

مورخہ ۲۷ مئی ۲۰۰۰ء کو مسجد احمدیہ یادگیر میں جلسہ یوم خلافت زیر صدارت عبد السلیم صاحب سگری امیر صاحب جماعت احمدیہ یادگیر منعقد ہوا۔ مکرم محمود احمد کی تلاوت قرآن مجید سے اس بابرکت اجلاس کی کاروائی شروع ہوئی۔ نظم عزیزم اسد اللہ نے نہایت خوش الحانی سے سنائی۔ اس اجلاس کی پہلی تقریر مکرم رفیق اللہ خان نے کی۔ دوسری تقریر مکرم اُسامہ احمد احمدی ایڈووکیٹ نے کی۔ دونوں تقاریر میں خلافت کی برکات کے اوپر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی۔ اس کے بعد عزیزم محمود احمد نے نظم نہایت ہی خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی اس کے بعد صدر اجلاس محترم امیر صاحب نے صدارتی تقریر کی جس میں خلافت سے وابستہ رہنے کی جماعت کو نصیحت کی۔ اور اس کی برکات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ آخر میں تمام حاضرین میں شربت تقسیم کیا گیا۔

عبد المنان کرنول
معتمد مجلس خدام الاحمدیہ یادگیر

مجلس خدام الاحمدیہ بنگلور

مجلس خدام الاحمدیہ بنگلور کے زیر اہتمام مجلس اطفال الاحمدیہ کی پندرہ روز تربیتی کلاس منعقد کی گئی۔ جسمیں ساری مجالس کے اطفال نے شرکت کی۔ یہ تربیتی کلاس ۲ مئی سے لیکر ۱۷ مئی تک جاری رہی۔ اس کلاس میں مکرم سید شارق مجید صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ بنگلور اور محترم مقصود احمد بھٹی مبلغ سلسلہ کو بھر پور کام کرنے کی سعادت ملی۔ آخر کے دو کلاسز میں محترم صدر خدام الاحمدیہ بھارت نے بھی شرکت کی۔ آخری دن اجتماعی دعا کروائی گئی۔

تربیتی جلسه

۱۸ مئی کو مجلس خدام الاحمدیہ بنگلور کا ایک تربیتی جلسہ منعقد ہوا۔ اس کی صدارت محترم امیر صاحب صوبائی نے کی۔ اس کے بعد محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ بھارت نے عہد دوہرایا۔ عہد، تلاوت قرآن پاک اور نظم خوانی کے بعد مکرم سید شارق مجید قائد مجلس نے خدام سے خطاب کیا۔ اس کے بعد محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحیہ بھارت نے تقریر فرمائی اور بعد ازاں صدارتی خطاب اور دعا ہوئی۔

پکنک

مورخہ ۴ جون کو اطفال الاحمدیہ بنگلور کی ایک پکنک منعقد ہوئی ۔ جس میں صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ بھارت نے بھی شرکت فرمائی۔ اس پکنک میں اطفال نے خوب تفریح کی۔ پکنک میں نمازوں کا اہتمام کیا گیا۔ اسی طرح نمازوں کی ادائیگی کے بعد محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ نے ایک تربیتی اجلاس منعقد کروایا جس میں انہوں نے نصائح فرمائیں آخر میں اجتماعی دعا ہوئی اور پکنک کو ختم کیا گیا۔

افزائے صحت خدام کلب

قادیان کا افتتاح

قادیان ۸ مئی ۲۰۰۰ء مجلس خدام الاحمدیہ قادیان کی طرف سے سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت واعانت سے افزائے صحت خدام کلب کے افتتاح کے سلسلہ میں باوقار تقریب زیر صدارت محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان منعقد ہوئی۔ اس موقعہ پر محترم ناظر صاحب کے علاوہ محترم صدر صاحب مجلس خدام لاحمدیہ بھارت و سابق صدر صاحبان اراکین مجلس عاملہ بھارت ومقامی اور کثیر تعداد میں احباب شریک ہوئے۔

محترم صاحبزادہ صاحب نے اپنی تقریر میں جسمانی ورزش کے فوائد سے بعض قرآنی آیات کے حوالہ سے خدام کو آگاہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ ہم سب سیدنا حضرت امیر المؤمنین کے ممنون احساں ہیں کہ حضور نے اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے ایک بڑی رقم تحفۃً عنایت فرمائی اور ازراہ کرم اس کا نام بھی تجویز فرمایا۔ یہ تقریب دعا کے بعد ختم ہوئی۔ بعد ازاں محترم ناظر صاحب نے کلب کا معائنہ فرمایا اور ضروری ہدایات سے نوازا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس کلب کی تعمیر کے لئے محترم صدر صاحب خدام الاحمدیہ بھارت نے مکرم خالد محمود صاحب نائب صدر کی قیادت میں ایک سب کمیٹی تشکیل دی تھی۔ مذکور کمیٹی نے تعمیر اور خرید سامان ودیگر امور بخیر و خوبی انجام دئے۔ فجزا ہم اللہ جمیعاً

(شاہد احمد ندیم)

QURESHI ASSOCIATES

Manufacturer-Exporter-Importer of High Quality Leather, Silk & Cotton Garments, Indian Novelties & All Kinds of Indian Products :-

Contact Person :

M. S. Qureshi
Prop.

Ph. : 0091 - 11 - 3282643
Fax : 0091 - 11- 3263992

Postal Address :

4378/4B Ansari Road
Darya Ganj
New Delhi - 110002
India

Love for All, Hatred for None

M. C. Mohammad

Kodiyathoor

SUBAIDA TIMBER

Dealers In :

TEAK TIMBER, TIMBER LOG, TEAK POLES & SIZES TIMBER MERCHANTS

Chandakkadave, P.O. Feroke
KERALA - 673631
☎ : 0495 - 403119 (O)
402770 (R)

اظہار تشکر

رسالہ مشکوٰۃ کی ماہانہ اشاعت پر مختلف مکاتب فکر کے قارئین حضرات کی طرف سے مبارک بادی اور نیک تمناؤں کے پیغام پر مشتمل خطوط موصول ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں ان خطوط کی اشاعت تو فی الوقت ممکن نہیں ہے ایسے تمام قارئین کا ادارہ مشکوٰۃ تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔ امید ہے کہ آئندہ بھی ادارہ کی راہ نمائی کرتے رہیں گے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

(ایڈیٹر)

رسالہ مشکوٰۃ کو قلمی تعاون کی ضرورت ہے۔
اہلِ علم حضرات توجہ فرمائیں۔ (ایڈیٹر مشکوٰۃ)

(بقیہ اداریہ)

ہیں کہ انکے دستورِ حیات، معاشرتی نظام، سیاسی اور سماجی طریقہ کار سب حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ سے بہت دور ہیں۔ اور روز بروز بگڑتی جارہی انکی عائلی زندگی، ایسا معاشرہ جس میں ہر فرد اپنے اموال اور نفوس کو غیر محفوظ خیال کرتا ہے، ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں اس پر ستم بالائے ستم مرنے والے اور مارنے والے دونوں ہی مسلمان !!! کیا ایسے لوگ اس دعوے میں سچے ہو سکتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ سے محبت اور عقیدت کا تعلق رکھتے ہیں؟ ہرگز نہیں! کیا ایسے لوگ صحیح معنوں میں سیرت کانفرنس منعقد کرنے کے حقدار ہیں؟

مذاہب و مسالک کے اس کشمکش میں ایک چھوٹی سی جماعت ہے جو صرف ۱۲ ربیع الاوّل کو ہی نہیں بلکہ سال بھر میں وقتاً فوقتاً سیرت کے جلسے منعقد کرتی رہتی ہے۔ حضور پاک ﷺ کی سیرت طیبہ پر روشنی ڈالتی ہیں اور حتی المقدور اس مقدس سیرت کو اپناتی ہے۔ محبت اور عقیدت کے نرے دعوے ہی نہیں کرتی بلکہ اپنے اخلاق و کردار، عادات و خصائل میں آپ ﷺ کی محبت و عقیدت کی زندہ مثال بن گئی ہے۔ اور آپ کی عزت اور ناموس کی خاطر اپنی قیمتی جانیں بھی پیش کرتی ہے۔ ایسے عشاق رسول توہین رسالت کے جھوٹے اور بے بنیاد مقدمات میں ملوث کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ آج دنیا کے پردہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت اور عقیدت رکھنے والی اگر کوئی جماعت ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے۔ اور یہ جماعت اپنا تن من دھن سب کچھ ناموس مصطفی کی حفاظت اور اسلام کی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے اور عزت و جاہ کا وہ تاج جو حضور اکرم سے مسیح نے چھینا تھا وہ مسیح کے سر سے چھین کر دوبارہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر رکھنے کے لئے کوشش کر رہی ہے۔ اور اس میدان میں ساری دنیا میں عظیم الشان کامیابی بھی حاصل ہو رہی ہے۔

جماعت احمدیہ کے ہر فرد کے دل میں حضور ﷺ کی جو غیر معمولی عقیدت اور محبت پائی جاتی ہے وہ دراصل حضرت بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو سب سے بڑے عاشق رسول اور محبّ رسول ہیں ان کی مقدس تربیت اور تعلیم اور آپ کی انفاخ قدسیہ کا ہی نتیجہ ہے۔ آپ علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ سے جو غیر معمولی عشق تھا اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

"خدا کی قسم! اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے معاون اور مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دئے جائیں اور خود میرے اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی یہ صدمہ میرے لئے زیادہ بھاری ہے کہ رسول کریم ﷺ پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔"

(ترجمہ از عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام ص ۱۵)

اس بے مثال عاشق رسول اور آپکی جماعت پر اعتراض کرنے والوں کا یہ حال ہے کہ وہ رشید احمد گنگوہی کو رحمۃ للعالمین اور بانی اسلام کا ثانی، مولوی اشرف علی تھانوی کو ظل رسول، نہرو جیسے سیاست دان کو رسول السلام (دیوبندی مذہب ص 357, 131, 264) اور گاندھی کو نبی بالقوۃ کہتے ہوئے ذرا شرم محسوس نہیں کرتے!

(اخبار ذوالفقار ۱۷ اپریل ۱۹۲۱ء)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ۸۰ سے زائد تصانیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عقیدت سے لبریز ہیں۔ چند ایک مثال پیش ہے۔

فرماتے ہیں :-

وصلو علیه وسلموا ایهاالوری	وذروا له طرق التشاجر توجروا

اور اے لوگو! آپ ﷺ پر درود اور سلام بھیجو۔ اور آپ کی خاطر جھگڑے چھوڑ دو تمہیں اس کا اجر ملیگا۔

وما دیننا الا هدایة احمدا	فیا لیت شعری ما یظن المکفر

اور حضرت احمد صلعم کی ہدایت کے سوا ہمارا کوئی دین نہیں۔ پس میں نہیں جانتا کہ مجھے کافر قرار دینے والا کیا خیال کئے ہوئے ہے۔

انا نطیع محمداً خیر الوریٰ	نور المهیمن دافع الظلماء

ہم محمد ﷺ کی پیروی کرتے ہیں جو تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔ خدائے مہیمن کا نور اور تاریکیوں کو دور کرنے والے ہیں۔

شمس الهدیٰ طلعت لنا من مکة	عین الندی نبعت لنا بحراء

ہمارے لئے آفتاب ہدایت مکہ سے طلوع ہوا اور سخاوت کا چشمہ ہمارے لئے حراء سے پھوٹا۔

قارئین کرام! عشق رسول سے معطر ہزاروں صفحات پر مشتمل آپ کی تصنیفات میں سے ایک آدھ مثال میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے۔

پس آج سیرت النبی منانے کی صحیح حقدار صرف جماعت احمدیہ ہے۔ یہ صرف دعویٰ نہیں بلکہ ثابت شدہ حقیقت ہے۔ کیونکہ قرآن کریم نے اتباع رسول کے نتیجہ میں محبان رسول سے یہ وعدہ فرمایا ہوا ہے کہ "یحببکم الله" یعنی یہ ایک طرفہ محبت نہیں رہیگی بلکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی محبت رکھنے والے لوگ یقیناً خدا کے محبوب بن جاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے :

"قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله"

اے رسول تو یہ اعلان کردے۔ اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ میرے اسوہ کو اپناؤ۔ میری تعلیم کو اپنا دستور العمل بناؤ۔ جسکے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنائیگا۔ پھر تم دنیا میں کامیاب و کامران ہوگے۔ "ان حزب الله هم الغلبون" کے تابع تم ہر میدان میں کامیاب ہوگے۔

چنانچہ جماعت احمدیہ کیساتھ ابتداء سے ہی اللہ تعالیٰ کا محبانہ سلوک، روز بروز حاصل ہونے والی فتوحات اور عظیم الشان ترقیات اور اسکے مقابل پر دشمنوں کی ذلت آمیز شکست اور ہر میدان میں روبہ زوال ہونا، خیر امم کی طرف منسوب ہونے والوں کا غیر اقوام کے مرہون منت رہنا، یہ سب بتاتے ہیں کہ حقیقی محبان رسول آج دنیا میں صرف اور صرف جماعت احمدیہ ہے۔ باقی سب نرے دعوے ہیں جنکے ساتھ کوئی دلیل نہیں ہے۔

پس خدا تعالیٰ ہمیں یہ توفیق عطاء فرمائے کہ ہم تمام شعبہ ہائے زندگی میں اسوہ رسول کو اپنانے والے ہوں اور آپ ﷺ کی مقدس سیرت ہمارے وجود میں سر تاپا سرایت کر جائے۔ ہماری روح و جسم کے ذرہ ذرہ سے حب رسول کی نداء سنائی دے رہی ہو نہ صرف قال سے بلکہ حال سے ہم یہ ثابت کر سکیں :-

"جان ودلم فدائے جمال محمد است
خاکم نثار کوچہ آل محمد است
دیدم بعین قلب و شنیدم بگوش ہوش
در ہر مکاں ندائے جمال محمدؐ است"

(درثمین فارسی)

میرے جان و دل محمد ﷺ کے جمال پر فدا ہیں۔ میری خاک ال محمدؐ کے کوچہ پر قربان ہے۔ میں نے اپنے دل کی آنکھ سے دیکھا اور ہوش کے کان سے سنا ہر جگہ محمد ﷺ کے جمال کی گونج پائی جاتی ہے۔

(زین الدین حامد)

وصایا

منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جارہی ہیں کہ اگر کسی دوست کو کسی بھی جہت سے اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر مطلع فرمائیں۔(سیکرٹری بہشتی مقبرہ)

وصیت نمبر 15074

میں مبارکہ بیگم زوجہ مکرم افتخار الحبیب صاحب قوم گوڑ بر ہمن پیشہ خانہ داری عمر ۴۵ سال تاریخ بیعت :- پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب۔

بقائمی ہوش و حواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ 98-11-1 حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

اس وقت میری جائداد درج ذیل ہے۔

(۱) طلائی زیور	13.65g	4500.00 (موجودہ قیمت)
(۲) حق مہر بذمہ خاوند		2000.00

(۳) آبائی جائداد سے کوئی حصہ نہیں ملا۔

(۴) اپنے پیسوں سے کوئی جائداد نہیں بنائی۔

میں مذکورہ بالا جائداد کی 1/10 حصہ کی وصیت حق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میں رہن سہن کے معیار کے مطابق ماہوار 500.00 روپیہ کے اخراجات پر حصہ آمد ادا کرتی رہونگی۔ (انشاء اللہ) اگر میں مزید کوئی آمدیا جائداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع دفتر بہشتی مقبرہ کو کرتی رہونگی۔ اس پر بھی میری یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر وصیت سے نافذ کی جائے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم

گواہ شد	العبد	گواہ شد
افتخار الحبیب	مبارکہ بیگم	مستفیض احمد

(وصیت نمبر 15075 اور وصیت نمبر 15076 شمارہ نمبر 4 میں شائع ہو چکی ہیں)

وصیت 15077

میں حامدہ ناصر زوجہ مکرم ایس ناصر احمد صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و کراہ آج بتاریخ 1.2.2000 حسب ذیل وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی میری اسوقت منقولہ وغیر منقولہ جائداد کی تفصیل حسب ذیل ہے جسکی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے :-

۱۔ دو چوڑیاں طلائی وزن	25-470	9850-00
۲۔ چوڑی طلائی ایک عدد	10-250	3750-00
۳۔ چین طلائی ایک عدد	9-100	4050-00
۴۔ چین طلائی ایک عدد	24-310	9400-00
۵۔ رنگ طلائی 8 عدد	24-350	8965-00
۶۔ بالیاں طلائی ایک عدد	9-630	3170-00
۷۔ لاکٹ طلائی 2 عدد	3-80	1400-00
۸۔ بالیاں طلائی ایک عدد	1-950	850-00
۹۔ ناک کا پھول طلائی ایک عدد	1-250	440-00
۱۰۔ نیکلیس طلائی ایک عدد موتیوں کے ساتھ	84-800	20,380-00
میزان		62,225-00
۱۱۔ ایک سیٹ نقرئی زیور	23-000	320-00
۱۲۔ پازیب نقرئی ایک عدد	72-400	370-00

۱۳۔ میرا حق مہر بذمہ خاوند مبلغ 21,000-00 روپیہ ہے اس میں سے میرے شوہر نے مبلغ ساڑھے بارہ ہزار روپیہ کا زیور طلائی ادا کردیا ہے یہ مذکورہ بالا زیور میں شامل ہے میں مذکورہ بالا جائداد کی 1/10 حصہ کی وصیت حق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔

میرا ذریعہ آمد کوئی نہیں ہے۔ رہن سہن کے معیار کے مطابق ماہوار مبلغ 300-00 روپیہ پر حصہ آمد ادا کرتی رہونگی۔ اس کے علاوہ اگر کبھی میں کوئی آمد یا جائداد پیدا کرونگی تو اسکی اطلاع دفتر بہشتی مقبرہ کو دیتی رہونگی۔ اس پر بھی میری وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر وصیت سے نافذ العمل ہوگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

گواہ شد	العبد	گواہ شد
ایس ناصر احمد	حامدہ ناصر	محمد مقبول طاہر
خاوند موصیہ	قادیان	

Registered with the Registrar of NEWS Papers of India at No. R. N. 38951/82

Monthly **MISHKAT**

Majlis Khuddamul Ahmadiyya Bharat Qadian

Ph : (91) 1872 - 70139
(R) 70616
Fax : 70105

Editor:- Zainuddin Hamid

Manager : *Qari Nawab Ahmad*
Printer & Publisher : *Munir Ahmad Hafizabadi*

Vol. No. 19 **June 2000** **No. 6**

فانی فی اللہ کی انقلاب انگیز دعائیں

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہو گئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنھوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔"

(برکات الدعاء)